محدث

وداعیا الی اللہ باذنہ
وسراجا منیرا

157

مجلس التحقیق الاسلامی

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

www.KitaboSunnat.com

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ **مُحدّث** لاہور

مدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

مدیرِ معاون
اکرام اللہ ساجد

جلد ۱۸ | محرم الحرام ۱۴۰۸ھ (مطابق ستمبر ۱۹۸۷ء) | عدد ۱

فہرست مضامین

فکر و نظر:

۱- پارلیمنٹ اور تعبیرِ شریعت — مدیر — ۲

دار الافتاء:

۲- کیا جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت مریمؑ سے ہو گا؟ — جناب غازی عزیر — ۱۲

مقالات:

۳- آداب دُعا — تالیف: فضیلۃ الشیخ عبد اللہ الخضری، ترجمہ: مولانا سید مجتبیٰ السعیدی — ۲۱

تحقیق و تنقید:

۴- مسئلہ قربانی - قرآنِ کریم کی روشنی میں — پروفیسر محمد دین قاسمی — ۳۰

۵- مسلک اہلِ حدیث کے بارے میں چند مغالطوں کا ازالہ — پروفیسر طیب شاہین لودھی — ۳۸

شعر و ادب:

۶- نعت — جناب اسرار احمد سہاوری — ۲۰

کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے۔ ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں ہے

[مدیر] عبدالرحمن مدنی — طابع: چودھری رشید احمد — مطبع مکتبہ جدید پریس، ۴ - شارع فاطمہ جناح، لاہور

رابطہ: ۹۹ - جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۱۴ — زرِ سالانہ: -/۳۰ روپے — فی مجلہ: -/۳ روپے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

فکر و نظر (اکرام اللہ ساجد)

پارلیمنٹ اور تعبیرِ شریعت

(بسلسلہ اقبال اور اجتہاد)

علامہ اقبال کے حوالے سے "پارلیمنٹ اور اجتہاد" کے موضوع پر جو مختلف نقطہ ہائے نظر پیش کئے جا رہے ہیں، ان پر محض دماغ سوزی سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ کیونکہ بات تو وہی قابلِ قبول ہو گی جس کے پیچھے قوی دلائل موجود ہوں گے ــــــ چنانچہ سابقہ گزارشات میں اس سلسلہ کی تمام تر تفصیلات سمیت ہم اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ اگر ائمہ سلف (رحمہم اللہ تعالیٰ) کی تقلید بُری شے ہے، تو یہی شے علامہ اقبال کا نام آجانے سے قابلِ تعریف کیونکر ہو جائے گی؟ ــــ کیا خود علامہ اقبال، جو تقلید کے بجائے اجتہاد پر زور دیتے رہے، اپنی تقلید پر راضی ہو سکتے تھے؟

بہر صورت پارلیمانی اجتہاد کے موضوع پر مذکورہ نظریات (جن کی تفصیل شمارہ اگست کے فکر و نظر کی ابتدائی سطور میں دیکھی جا سکتی ہے) کی صحیح تنقیح بہت ضروری ہے۔ لہٰذا امرِ زیرِ بحث میں درج ذیل نکات کو پیشِ نظر رکھنا مفید رہے گا ــــــ ان شاء اللہ!

۱۔ پارلیمانی اجتہاد سے مقصود، پہلی مدون فقہوں پر کسی نئی تدوین کا اضافہ ہے یا کسی نئی فقہ کو قانونی حیثیت دے کر لوگوں کو اس کا پابند بنانا؟ ــــــ جسے عربی میں "تقنین" کہتے ہیں۔

 محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ کیا انفرادی تدوین سے اجتماعی تدوین کا تقابل کرتے ہوئے تقنینِ شخصی سے پارلیمانی تقنین کی طرف ارتقاء ـــــــ یا بالفاظِ دیگر مصطفیٰ کمال پاشا کے نئے ترکی کے اجتہاد کی بناء پر خلافت کے بجائے منتخب اسمبلی کی اتھارٹی ثابت کی جاسکتی ہے؟

۳۔ فقہی تقلید اور اولی الامر کے احکامات کی پابندی میں کیا فرق ہے؟

۴۔ پارلیمنٹ میں مختلف فقہی نمائندوں کی حیثیت یا ماہرینِ قانون و شریعت کی مشاورتی کونسل کے کیا اختیارات ہونے چاہئیں؟

۵۔ آئینی اعتبار سے شریعت بل اور نویں آئینی ترمیم کے حوالے سے پارلیمنٹ اور وفاقی شرعی عدالت کے اختیارات کا توازن کیا ہے؟

مذکورہ بالا نکات میں سے اکثر پر ہم اجمالی گفتگو کر چکے ہیں، تاہم تاریخی تسلسل سے موجودہ اسلامی دنیا میں پائے جانے والے افکار کا مثالوں کے ساتھ تجزیہ بھی مناسب رہے گا، تاکہ بات مزید واضح ہو جائے اور پاکستان میں زیرِ بحث شریعت بل اور نویں آئینی ترمیم کے بارے میں اختلاف کی اصل نوعیت بھی سامنے آجائے۔ چنانچہ اب ہم ترتیب وار ان نکات پر روشنی ڈالیں گے:

۱ ـــــــ پہلا نقطہ تدوینِ فقہ کا ہے ـــــــ اس سلسلہ میں بہت بڑا مغالطہ لفظِ "تشریع" سے ہوتا ہے، جو جدید عربی زبان میں قانون سازی کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس لفظ کا عمومی استعمال سیکولر قانون کے بالمقابل دین و شریعت کو قانونی حیثیت دینے کے مطالبہ میں ملتا ہے ـــــــ تاکہ جس طرح سرکاری سطح پر قانون نافذ العمل ہو کر حکومت و رعایا کے لئے واجب التعمیل قرار پاتا ہے، اسی طرح شریعت کے احکام کو بھی یہی حیثیت مل جائے ـــــــ تاہم سیکولرسٹوں کے پاس اس کے خلاف بہت بڑا حربہ یہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں شریعت کی دفعہ وار تدوین کا مسئلہ کھڑا کر دیتے ہیں کہ جب تک احکامِ شریعت قانون کی طرح دفعہ وار مرتب نہ ہوں، ان کا نفاذ جدید دور میں ممکن نہیں! ـــــــ یوں بظاہر وہ شریعت کا انکار کرنے کی بجائے نفاذِ شریعت میں ایک ایسے خلاء کا عذر پیش کرتے ہیں کہ جس کی تکمیل کے دوران انہیں اس بات کی امید ہوتی ہے کہ مسلم دانشور اور فقہاء اسی میں اُلجھ کر رہ جائیں گے اور اگر ایک عرصہ کی محنتِ شاقہ اور جذبۂ مفاہمت کے باوجود یہ کام ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی گیا تو بہر حال یہ ایک انسانی محنت ہو گی کہ جس میں حالات کی تبدیلیوں سے مفاہمت کے اطوار بھی بدلتے رہیں گے۔ لہٰذا اس کی حیثیت دائمی نہ ہو گی۔ چنانچہ بہر دم تغیر کی ضرورت سے جہاں شریعت کا تقدس مجروح ہو گا، وہاں ہر لحظہ یہ شکوک و شبہات کا مظہر بھی بنے گی، ـــــ اور یوں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ اپنے ہی الجھاؤ میں محض نعرہ کی حد تک محدود رہے گا، پھر اسی بناء پر شریعت کو بدنام کرنا بھی آسان ہو گا کہ دورِ جدید میں نفاذِ شریعت کے فوائد حتمی نہیں ہیں۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ شریعت کی دفعہ وار تدوین کا مسئلہ کھڑا کرنا درحقیقت نفاذِ شریعت سے بچنے کی ایک کوشش ہے ـــــ تاہم مسلمان ایک عرصہ سے اس چیلنج کا مقابلہ بھی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ چنانچہ مجلۃ الاحکام العدلیہ ۱۸۷۶ء کے بعد سے لے کر اب تک مختلف اسلامی ملکوں میں اس سلسلہ کے متعدد مجموعے تیار کئے گئے جن میں سے اکثر تو اپنے اپنے ملک کے لئے تھے، لیکن بعض اجتماعی کوششیں ایسی بھی ہوئیں کہ جن کا مطمح نظر پوری دنیائے اسلام کے لئے دستور العمل تیار کرنا تھا ـــــ اس سلسلہ میں ماضی قریب میں مصر میں اٹھارہ رکنی کمیٹی کے تیار کردہ ایک دستوری خاکہ کی مثال دی جا سکتی ہے، جو کمیٹی کے ایک رکن ڈاکٹر مصطفےٰ کمال وصفی کی اس موضوع پر اہم تالیف "مصنفۃ النظم الاسلامیۃ" کے آخر میں مطبوع ہے!

ـــــ اسی طرح انفرادی طور پر بھی بعض مفکرین نے اس موضوع پر اپنی تجاویز تحریری شکل میں پیش کی ہیں جو کتابی شکل میں بھی طبع شدہ موجود ہیں۔ جبکہ خاص اپنے ملک کی حد تک جن لوگوں نے یہ کوششیں کی ہیں ان میں سے قابلِ ذکر درج ذیل ہیں:

- جامعہ ازہر کی طرف سے مرتب قانونِ شریعت کے علاوہ ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی کی ایک سکیم کے مطابق مصر میں فقہی انسائیکلو پیڈیا کی تدوین ہوئی۔
- اردن میں شریعت کے سول لاء کو ۱۹۷۶ء میں مدون کیا گیا۔
- یمن میں مجلۃ الاحکام العدلیہ کی طرز پر ایک مجموعہ قوانین شریعت تیار کیا گیا۔
- متحدہ عرب امارات (ابوظبی) میں اسی طرح کا ایک شرعی مجموعہ قوانین رئیس القضاۃ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک کی زیرِ نگرانی تیار ہو رہا ہے اور جس کی پندرہ، سولہ جلدیں ہم نے چند سال قبل دیکھی تھیں۔
- کویت کی وزارتِ اوقاف نے بھی ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا شائع کرنا شروع کیا ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی متعدد جلدیں منظرِ عام پہ آ چکی ہیں۔

و پاکستان کی مشاورتی کونسل (اسلامی نظریاتی کونسل) بھی ربع صدی سے یہی کام کر رہی ہے۔

و ترکی میں سقوطِ خلافت کے دوران مصر کو ایسی کوششوں میں سبقت حاصل ہے۔ چنانچہ مصر نے ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۰ء تک ایک مجموعہ تیار کر لیا تھا۔ اگرچہ منظرِ عام پر آنے کے بعد وہ اختلافات کا اس قدر شکار ہوا کہ اسے سرد خانہ میں ڈال دیا گیا۔

ہماری نظر میں یہ سب کوششیں قابلِ قدر ہیں، لیکن چونکہ مقصد "تشریع" یعنی شریعت سازی تھا، لہٰذا یہ اس معیار کی ہرگز نہیں کہ انہیں تغیر و تبدل سے محفوظ رکھ کر حتمی قانون کی حیثیت دی جا سکے۔ اس کی ایک ادنیٰ سی مثال آپ پاکستان کی موجودہ سیاسی حکومت کی پیش رو مارشل لاء حکومت سے لیجئے۔ جنرل ضیاء الحق نے مسلمانوں کے لئے نظامِ زکوٰۃ کا اعلان کیا تو شیعہ مخالفت پر تل گئے۔ اس پر جنرل صاحب کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ ہمارا یہ اعلان کوئی حکمِ الٰہی تو نہ تھا، جو بدلا نہ جا سکے۔ چنانچہ اس آرڈی نینس میں تبدیلی کر کے شیعہ کو نظامِ زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ حالانکہ سوچنے کی بات ہے، اگر یہ حکمِ الٰہی نہ تھا تو پھر کس اختیار کی بنا پر سنی مسلمانوں پر نظامِ زکوٰۃ نافذ کیا گیا، حتیٰ کہ وہ بیچارے حکومت کی طرف سے زکوٰۃ کی کٹوتی کے علاوہ بھی "زکوٰۃ" ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

انتہائی سیدھی اور آسان سی بات تو یہ ہے کہ انسان شریعت سازی کا تو مکلف ہے اور نہ ہی یہ اس کے بس کا روگ ہے، بلکہ تشریع کا حق صرف اور صرف اللہ رب العزت کو ہے، چنانچہ شریعت اس نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نازل فرمائی ہے، جو مرتب و مدون موجود ہے اور جس کی حفاظتِ ابدی کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ چنانچہ یہ بغیر کسی تغیر و تبدل اور کمی بیشی کے تا قیامت نافذ ہے ـــــ باقی رہے قرآن و حدیث کے علاوہ فقہ اور قانونِ شریعت کے جدید مجموعے، تو وہ سب وحی سے ورے انسانی اجتہادات ہیں جو مختلف بھی ہوتے ہیں اور متعدد بھی۔ اسی طرح بعض اجتہادات، معاملہ کی نوعیت یا حالات کی تبدیلی سے بدل بھی جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کی حیثیت مستقل نہیں ہو سکتی۔ پس فقہ و اجتہاد پر تشریع کا اطلاق، مداہنت ہے۔ کیونکہ شریعت مکمل ہو چکی ہے اور تشریع کا یہ اختیار خلفائے راشدینؓ تک کو بھی نہ تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مہر کے تعین کے بارے میں ایک عورت حضرت عمرؓ کو برسرِ عام ٹوکتی ہے، اور آپؓ برا منانے کی بجائے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں ـــــ اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید تفصیل ہم آئندہ تیسرے نکتے کے ذیل میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ! یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ قانونِ شریعت کے نام پر کوئی بھی اعلیٰ سے اعلیٰ کوشش فقہ و اجتہاد کی نوع سے ہوتی ہے جبکہ اجتہاد سے مراد حکمِ الٰہی کی تلاش ہے۔ لہٰذا وہ ایک اعتبار سے مجتہد کی اپنی ذات کے لئے، یا اس کے زیرِ سماعت قضیے کے فیصلے کی حیثیت سے فریقین کے لئے واجب التعمیل بھی ہوتا ہے، تاہم وہ شریعت نہیں ہوتا۔ شریعت صرف وحی الٰہی کا نام ہے، جبکہ اجتہاد فہمِ وحی کی قسم ہے۔ فی نفسہٖ وحی نہیں! ــــــ پھر تدوین تو صرف ایک فنِ ترتیب ہے، جسے خالص فنی اعتبار سے اجتہاد کہنا بھی غلط ہوگا!

حاصل یہ ہے کہ اجتہاد، تدوین اور تقنین الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں اور ان کو باہم خلط ملط کرنے سے موضوع زیرِ بحث اختلافی بن رہا ہے، ورنہ اصل مسئلہ صرف اس قدر ہے کہ وحی (شریعت) کے علاوہ کسی قدیم یا جدید اجتہاد کی تقلید ضروری ہے یا نہیں؟ ــــــ اور علیٰ وجہ البصیرت ہمارا جواب نفی میں ہے! ــــــ لہٰذا ائمہ سلف کی تقلید کی مخالفت کرنے والوں کو یہ زیبا نہیں کہ وہ جدید انفرادی یا اجتماعی اجتہاد کی تقلید کی دعوت دیں۔

---

۲ ــــــ دوسرا نکتہ، انفرادی اور اجتماعی تدوین کے تقابل اور پھر انفرادی اجتہاد سے پارلیمانی اجتہاد کے ارتقاء کا ہے ــــــ اس سلسلہ میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ اگرچہ بعض پہلوؤں سے اجتماعی اجتہاد جدید دور میں اہم تر نظر آتا ہے کہ اس کی بدولت قرآن و سنت کی بصیرت رکھنے والوں کے علاوہ معاشرتی علوم کے حامل اور جدید قانون کے ماہرین بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ تاہم اندریں صورت، اس خطرہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ روحِ اجتہاد اس سے بُری طرح مجروح بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اجتہاد کا اصل مقصود "منشائے الٰہی کی تلاش" ہوتا ہے۔ جبکہ اجتماعی فیصلوں میں مفاہمت اور رواداری پر جس طرح زور دیا جاتا ہے، اس سے بسا اوقات، منشائے الٰہی پر لحاظ و احترام کی اقدار اثر انداز ہوتی ہیں۔

اسی نکتہ کے ضمن میں دوسری بات یہ ملحوظ رہنی چاہیئے کہ اجتماعی اجتہاد کی صرف وہ قسم حجت ہے جو "اجماع" کہلاتی ہے۔ اگرچہ اجماع کی تعریف سے لے کر اس کے انعقاد اور اس کی حجیت تک جملہ پہلو شدید اختلافی ہیں، تاہم یہ بات اجماع کی حجیت تسلیم کرنے والوں کے ہاں متفق ہے کہ اجماع صرف کل امت کا معتبر ہے کسی خاص علاقے کا نہیں۔ دواضح رہے کہ مالکیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اہل مدینہ کے اجماع کی حجیت کو تسلیم کرتے ہیں تو اس کی وجوہ بالکل دوسری ہیں) جبکہ ہمارے زیر بحث جو اجتہاد ہے وہ ایک خاص علاقے کی پارلیمنٹ کا ہے، جسے نہ اجماعِ امتِ مسلمہ کہا جا سکتا ہے اور نہ اس علاقے کے جملہ مجتہدین ہی اس میں جمع ہوتے ہیں۔ حالانکہ تمام مجتہدین کی اجماع میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔

اسی سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اجتماعی اجتہاد جسے اجماع کہتے ہیں، کسی خاص ادارے کا فیصلہ یا رائے نہیں ہوتی جبکہ پارلیمنٹ ایک ادارہ ہے جس کا زیادہ سے زیادہ تعلق اس مسئلہ سے ہے کہ حکومت شخصی کی بجائے ادارہ کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے، پھر حکومت شخصی (خلافت) ہو یا صدارتی اور پارلیمانی جمہوریت، پہلی صورت میں یہ نیابتِ رسول ﷺ ہوتی ہے اور دوسری صورت (پارلیمانی یا صدارتی جمہوریت) میں بھی نمائندگی، دعوے کی حد تک بھی، اقتدار کی ہوتی ہے منشاء کی نہیں! — جیسا کہ اسمبلی کے بارے میں روسو کا مشہور قول ہے کہ:

"Power Can be transmitted but not the will"

یعنی "(نمائندگانِ جمہور کو ایک محدود مدت کے لیے) اقتدار منتقل ہوتا ہے، منشاء و مرضی منتقل نہیں ہوتی!" — پس اس نکتہ کا بھی حاصل یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی اجتہاد اور شے ہے، اور حکومت کا شخصی و جمہوری ہونا اور شے! —— رہا یہ سوال کہ خلافت اور جمہوریت جمع ہو سکتی ہیں؟ یعنی فرد کی بجائے منتخب نمائندگان کی جماعت خلافت کے منصب پر فائز ہو سکتی ہے؟ تو اس کا زیادہ تر تعلق طرزِ حکومت سے ہے جو ایک الگ موضوع ہے۔ تاہم شریعت و اجتہاد کے بارے میں خلافت کے اختیارات پر ہم اگلے نکتے میں گفتگو کرتے ہیں۔

۳ —— اس موضوع پر فیصلہ کن نکتہ تیسرا ہے کہ کیا اولی الامر کے احکامات کی پابندی کو تقلید کہا جا سکتا ہے؟

دراصل پارلیمنٹ کی طرف سے شریعت کی تعبیر یا شریعت کی قانون سازی، اور حکومت و عوام پر اس کی لازمی حیثیت ہی وہ بنیاد ہے کہ یہ اختیارات اگر خلیفہ یا امام کو حاصل ہیں تو جدید زمانہ میں پارلیمنٹ کو اس کے قائم مقام ہو کر یہی اختیارات مل سکتے ہیں۔ اس لیے پہلے ہم اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ خلیفہ کی اطاعت اور فقہ و اجتہاد کا فرق کیا ہے؟ ——

قرآنِ کریم میں اولی الامر کی اطاعت کے بارے میں یہ آیت معروف ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا" (النساء: ۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، اور اپنے میں سے صاحبانِ اختیار کی بھی —— پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا باہمی نزاع ہو جائے تو اس معاملہ کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لے جاؤ، اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ (بہت) اچھی (بات) اور انجام کے اعتبار سے بہت بہتر ہے!"

اس آیت میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل اطاعت کے علاوہ اولی الامر کے بارے میں دو باتوں کا ذکر ہوا ہے۔ ایک ان کی اطاعت، اور دوسرے ان سے نزاع کے موقع پر فیصلہ کے لئے اللہ اور رسولؐ (یعنی کتاب و سنت) کی طرف رجوع! —— مقامِ غور ہے کہ اگر نزاع و اختلاف میں بھی اولی الامر کی اطاعت فرض ہوتی، تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کا کچھ معنیٰ ہی باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ امت میں خلفاء کے ساتھ مجتہدین کے جتنے بھی اختلافات ہوتے ہیں، ان میں خلفاء کو محض ان کے خلیفہ ہونے کی بناء پر کبھی بھی برحق قرار نہیں دیا گیا۔ بنو ہاشم کے بنو امیہ سے سیاسی اختلافات سے لے کر ائمہ اربعہؒ سمیت فقہائے سلف کے عباسی خلفاء سے متعدد اجتہادی مسائل میں اختلافات" تاریخ کا ایک اہم باب اور ائمہ کے اعلیٰ کردار کا حصہ ہیں —— چنانچہ اگر خلیفہ کے اجتہاد کی بہرحال پابندی کا کوئی سوال موجود ہوتا تو یہ صاحبِ تقویٰ بزرگ کبھی اس سے دستکش نہ ہوتے —— پھر "خلقِ قرآن" کا مسئلہ ہو یا "طلاقِ مکرہ" کا امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کو اذیت ناک سزاؤں اور ناقابلِ بیان تذلیل و تضحیک کا نشانہ بننے کی کیا ضرورت تھی؟ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کو قاضی القضاۃ کے منصب کو قبول کرنے سے انکار کر کے جیل جانے اور اسی راہِ حق میں جاں نذر کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی؟ جبکہ خلیفہ کا اجتہاد تو شرعی حیثیت رکھتا ہے اور قاضی القضاۃ کو رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ خلیفہ کو راضی کرنے کا دوہرا فائدہ پہنچ سکتا تھا —— لیکن امام صاحب نے یہ منصب قبول نہ کیا۔

دراصل اولی الامر کے اجتہاد کی پابندی کا یہ مغالطہ تعبیرِ شریعت اور انتظامی اختیارات کو خلط ملط کر کے پیدا کیا جاتا ہے حالانکہ جہاں تک تعبیرِ شریعت کا مسئلہ ہے، یہ خالصتاً رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تھا، جو پورا ہو چکا اور جہاں تک ان اجتہادی مسائل کا تعلق ہے جو شریعت (کتاب اللہ) اور اس کی ابدی، متعین تعبیر (سنتِ رسول اللہ) کی تکمیل کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد فقہاء یا خلفاء کو پیش آئے یا آ سکتے ہیں، تو ان کی دو نوعیتیں ہیں۔ ایک، ان کی منصبی یا ذاتی اور دوسری انتظامی اور تدبیری ۔۔۔ اولین حیثیت سے خلفاء کو جو مسائل پیش آتے ہیں، ان کا تعلق حکومت سے ہو یا رعایا سے، اگر خلیفہ خود عالمِ دین ہے تو اپنے اجتہاد سے، ورنہ کسی معتمد عالمِ دین کے اجتہاد سے شریعت کا علم حاصل کر کے انہیں انجام دیتا ہے۔ جبکہ خلیفہ کی دوسری انتظامی اور تدبیری امور کی حیثیت وہ ہے کہ جس کے بارے میں قرآن کریم اطاعت اولی الامر کا (مشروط) حکم دیتا ہے ۔۔۔ لیکن کبھی یہ ہر دو نوع کے امور باہم یوں خلط ملط ہو جاتے ہیں کہ ان کی بناء پر اطاعتِ امیر اور تقلیدِ فقہی کے ایک ہونے کا گمان ہونے لگتا ہے، جبکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔

الغرض، خلیفہ اگر عالمِ دین نہ ہو تو علمائے مجتہدین کی تقلید کو واجب قرار دینے والوں کے نزدیک اسے مجتہدین کی تقلید کرنی ہوگی۔ جبکہ مخالفینِ تقلید کے نزدیک اسے اہلِ علم سے مسئلہ سمجھ کر معاملہ کو حل کرنا ہوگا۔۔۔ ان دونوں صورتوں میں خلیفہ خود اتھارٹی قرار نہیں پاتا اور نہ ہی شرعی مسائل میں خلیفہ کو صرف اس کے خلیفہ ہونے کی بناء پر کوئی اتھارٹی قرار دینے کا قائل ہے۔ بلکہ اسے بہر صورت شریعت کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی، خواہ وہ دوسروں سے سوال ہی کرے ۔۔۔ قرآن کریم میں ہے:

"فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (الانبیاء: ۷)

کہ "اگر تمہیں خود علم نہ ہو تو اہلِ معرفت و حافظہ سے پوچھ لو!"

چنانچہ اس سلسلہ میں جیسے اہلِ علم سے پوچھنے کی بات ہے، ویسے ہی اہلِ علم سے تبادلۂ خیالات کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ "وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" (ہر علم والے سے اوپر کوئی دوسرا عالم ہے ۔۔۔ یوسف: ۷۶) کی رُو سے علم کی بے شمار قسمیں اور جہتیں ہیں۔ لہٰذا مذاکراتِ علمیہ سے انشراحِ صدر حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب اور دیگر خلفائے راشدین کا اپنے ساتھی علمائے صحابہؓ سے مسائل پر تبادلۂ خیالات اسی نوعیت کا تھا، جسے آج کل من مانی تعبیر سے مجلسِ شوریٰ کا اجتہاد باور کرایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظریہ کے حاملین کو حضرت ابوبکرؓ کی مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ اور جنگِ یمامہ میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کی بحیثیتِ سالارِ لشکر روانگی، ایسے فیصلوں کی تاویل کرنی پڑتی ہے کہ یہ نصوصِ شرعیہ کی تعمیل تھی۔ حالانکہ اصل بات انشراحِ صدر کی تھی ۔۔۔ مسئلہ خواہ نص کا ہو یا اجتہاد کا، اگر بر طے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدہ شرعی امور ہوتے تو دیگر صحابہؓ کبھی بھی کوئی دوسرا اس کے خلاف مشورہ نہ دیتے۔ کیونکہ تعمیل شریعت کا جذبہ ان میں بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔۔۔ ہاں جب خلیفہ نے ان مسائل میں اپنا اطمینان ایک عزم صمیم کی صورت میں ظاہر کر دیا تو یہ صحابہؓ نہ صرف خاموش ہو گئے بلکہ اس کے فیصلہ میں اس سے بھرپور تعاون بھی کیا۔

چنانچہ یہاں معاملہ کی ایک دوسری نوعیت یہ بھی سامنے آتی ہے کہ خلیفہ کسی شرعی حکم کے بارے میں شرح صدر کے ساتھ جب کوئی فیصلہ کر لیتا ہے تو امت کو اس کی اطاعت کرنی پڑتی ہے، کہ اس کی حیثیت شریعت پر عملدرآمد کرنے کرانے کی ہے ۔۔۔ تاہم اگر مسئلہ میں اجتہادی اختلاف سامنے آجائے تو خلیفہ کی ہر دو حیثیتیں الگ الگ واضح ہو جاتی ہیں۔ جس کی مثال حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کے اختلاف سے دی جا سکتی ہے کہ جمع مال کے مسئلہ میں حضرت ابوذرؓ کو حضرت عثمانؓ نے تقلید پر تو مجبور نہ کیا، لہٰذا حکم شریعت وہی باقی رہا جس کو وہ خود برحق سمجھتے تھے۔ لیکن انتشار فکری کے خوف سے انہیں مقام ربذہ میں بھیج دیا۔ تاہم انہیں ان کی واضح غلطی کے باوجود رائے بدلنے پر مجبور نہیں کیا۔ واضح رہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ مال جمع کرنے والوں کو بہر صورت "کنز" کی وعید کا مستحق قرار دیتے تھے، خواہ اس مال کی زکوٰۃ بھی دی جا چکی ہو۔ حالانکہ اس صورت میں زکوٰۃ اور وراثت کے کوئی معنیٰ ہی باقی نہیں رہتے۔

دراصل خلیفہ انتظامی معاملات کو انجام دیتے ہوئے جب شرعی اصولوں اور ہدایات کو عمل میں لاتا ہے تو اس اعتبار سے اس کی شرعی حیثیت خود شریعت پر عمل درآمد کی ہوتی ہے، جس میں وہ اپنے منصبی فرائض بھی انجام دیتا ہے، لیکن رعایا کی حیثیت اس میں صرف اطاعت امیر کی ہوتی ہے۔ چونکہ بالفعل رعایا اس اجتہاد پر عمل کرتی نظر آتی ہے، لہٰذا اس کے اجتہاد کی لازمی حیثیت تقلید معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ خلیفہ اپنے اجتہاد پر عمل کرانے کے باوجود کسی عالم کو اپنے اجتہاد کے درست تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لہٰذا علماء سمیت رعایا کی بالفعل اطاعت، لیکن ذہناً علمائے دین کا اپنے اجتہاد پر قائم رہنا، دو الگ الگ امر ہیں۔ جن کا لحاظ رکھنے سے اطاعت امیر اور تقلید فقہی کا فرق واضح ہو گا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہم ان مغالطوں کی طرف بھی اشارہ کر دیں، جو جدید دانشور حضرت عمرؓ کے بعض اجتہادات کے سلسلے میں کرتے ہیں اور جنہیں اولیات عمرؓ کے نام پر خلیفہ کی طرف سے شریعت کی تبدیلی کا اختیار قرار دیا جاتا ہے۔ تفصیلی مثالوں اور ان کی توضیح کا یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع نہیں، مختصر یہ کہ ان میں سے بیشتر انتظامی اختیارات سے متعلق ہیں، جن کی تدبیریں مصالح شرعیہ کا لحاظ رکھا گیا ہے اور بعض تقلیدی مذاہب میں جنہیں مصالح مرسلہ[1] کے اصول سے پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ انہیں اگر شریعت کے عمومی مصالح کے تحت تدابیر کا نام دیا جائے تو اس اختلاف سے بچا جا سکتا ہے جو تقلیدی مذاہب کو اکٹھا کرنے میں حائل ہے۔

بہرحال اس بحث سے حاصل یہ ہے کہ خلافت شخصی ہو یا پارلیمنٹ کو خلافت کے قائم مقام ٹھہرایا جائے، اس کا تعلق صرف تدبیر و انتظام سے ہے اور قواعد و ضوابط کا اختیار بھی خلیفہ یا پارلیمنٹ کو اسی حد تک ہے ۔۔۔ لیکن شریعت کے اندر اگر مداخلت ہو، تو خواہ یہ تدوین کے نام سے ہو یا اجتہاد کی پابندی کے نام پر، یہ امر و تقلید گوارا نہیں کی جا سکتی۔ پچھلی امتوں کی گمراہی کا باعث بھی یہی تھا۔ اور افسوس یہ امت بھی اسی راستہ پر جا رہی ہے! گزشتہ سطور میں تدوینِ بائیبل کی مثال سے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا وَزِدْنَا عِلْمًا!

بقیہ دو نکات پر گفتگو آئندہ ہوگی ۔ ان شاء اللہ!

(مدیر)

---

[1] چونکہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے ساتھ فرد و معاشرہ کے دنیاوی مصالح اور اخروی فلاح کا مکمل اہتمام فرما دیا ہے، لہٰذا ایسی مصلحتیں، جن کا خصوصی طور پر شریعت میں صریح ذکر نہیں ملتا کہ وہ معتبر ہیں یا لغو، انہیں بعض فقہاء نے مصالح مرسلہ (شریعت کی چھوڑی ہوئی مصلحتوں) کے نام سے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ جبکہ دوسرے فقہاء شریعت کے کمال کے نقطہ نظر سے انہیں شریعت کی بنیادی روح اور عمومی مصلحتوں کے تابع شریعت ہی کا حصہ قرار دیتے ہیں اور حضرت عمرؓ یا دیگر خلفائے راشدینؓ کے ایسے اقدامات کے لئے شرعی دلائل مہیا کرتے ہیں یا انہیں تدبیر و اجتہاد کی قبیل سے سمجھتے ہیں، جس کی اجازت شرعی اصول و ضوابط کے تحت کتاب و سنت میں موجود ہے۔

قلمی معاونین سے خصوصی گزارش ہے کہ مضامین صاف ستھرے کاغذ پر اس کی صرف ایک طرف تحریر فرمائیں ۔۔۔ شکریہ!

واضح رہے کہ مطبوعہ مضامین محدث میں شائع نہیں کئے جائیں گے ۔۔۔ والسلام!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار الافتاء

جناب غازی عزیر

"کیا جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت مریمؑ سے ہو گا"؟

کچھ عرصہ قبل ایک مخلص دوست (محترم جناب سید احمد قادری صاحب) نے بنگلور (بھارت) سے شائع ہونے والے اُردو ہفت روزہ "عروجِ ہند" ج ۳، شمارہ ۱۰ مجریہ ۴ جنوری ۱۹۸۷ء کے صفحہ ۱۱ کی عکسی نقل راقم کو دی تھی۔ اس صفحہ پر "مذہبی سوالات" کے عنوان سے سوال وجواب کا ایک مستقل کالم ہوتا ہے، جس میں مسجد بنگلور کے امام وخطیب جناب شعیب اللہ خان صاحب مختلف دینی سوالات کے جوابات تحریر فرماتے ہیں۔ محولہ بالا شمارہ میں کسی شخص نے جناب شعیب اللہ خان صاحب کو اُن کی غلطی کی طرف نہایت مخلصانہ طور پر متوجہ کرتے ہوئے اُن کے اس قول کی دلیل کا مطالبہ کیا تھا کہ: "جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت مریمؑ سے ہو گا!" مسئولہ عبارت اور محترم شعیب اللہ صاحب کا جواب بعینہٖ درج ذیل ہے:

"س: آپ نے ایک دفعہ لکھا تھا کہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت مریم علیہ السلام سے ہو گا، یہ بالکل غلط ہے۔ آپ ایسی غلط بات نہ لکھا کریں، کیا آپ اس کی دلیل پیش کر سکتے ہیں.... ؟

ج: کسی پر حکم لگانے سے قبل (پہلے) تحقیق کر لینا بھی ضروری ہے ورنہ انسان کو شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے، میں نے جو بات لکھی تھی وہ حدیث سے ثابت ہے، اور علماء تفسیر نے اس کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، چنانچہ روح المعانی ص ۱۶۵ ج ۲۸ میں ہے کہ طبرانی نے سعد بن جنادہ سے یہ روایت تخریج کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی اور موسیٰ کی بہن کو میری زوجہ بنایا ہے۔ اور تفسیر قرطبی (ص ۲۰۴ ج ۱۸) میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو نزع کے وقت فرمایا کہ کیا تم اس چیز کو مکروہ خیال کرتی ہو، حالانکہ اللہ نے ناپسندیدہ چیز میں خیر رکھی ہے۔ پس جب تم اپنی سوکنوں کے ہاں جاؤ تو میرا اسلام سنا دینا یعنی مریمؑ، آسیہ اور حکیمہ یا کلیمہ، اس میں سوکن قرار دینا ان عورتوں کو کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ تو ظاہر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہم نے جو لکھا تھا وہ غلط نہ تھا ہاں مختصر تھا۔"

(ہفت روزہ "عروجِ ہند" بنگلور ج ۳ عدد ۱ ص ۱۱ کالم ۱-۲ مجریہ ۴ جنوری ۱۹۸۶ء)

اس پر ہمارے محترم دوست قادری صاحب نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا جناب شعیب اللہ خان صاحب کا یہ جواب درست ہے؟

الجواب: قارئین نے پڑھا کہ محترم شعیب اللہ صاحب نے اپنے جواب میں تحریر فرمایا ہے: "میں نے جو بات لکھی تھی وہ حدیث سے ثابت ہے" لیکن آں محترم نے خود کسی حدیث کا حوالہ دینے کے بجائے سید محمود آفندی ابوالثناء شہاب الدین آلوسی بغدادیؒ (م ۱۲۷۰ھ) کی مشہور تفسیر "روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی" اور ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری خزرجی اندلسی قرطبی المالکیؒ (م ۶۷۱ھ) کی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" (جو تفسیر قرطبی کے نام سے مشہور ہے) سے دو روایات نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، حالانکہ کسی بھی صاحبِ علم و بصیرت سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ وضاعینِ حدیث اور افسانہ گو قسم کے لوگوں نے تفسیری روایات میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے۔ افسوس کہ ان روایات کو نقل کرتے ہیں اس درجہ احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا گیا جتنی کہ احادیث کی تدوین میں اس بات کا اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ کتبِ تفسیر و تاریخ و سیر میں آج بے شمار ایسے اقوال ملیں گے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ بایں سبب ہر دور کے علماء و محققین و محدثین نے بیشتر تفسیری روایات کو، جو آپؐ یا آپؐ کے اصحابؓ کی جانب منسوب کی جاتی ہیں، نہ صرف قبول نہیں کیا بلکہ ان پر سخت جرح و تنقید بھی فرمائی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے تو یہاں تک منقول ہے کہ:

"تین چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے، تفسیرؔ، ملاحمؔ اور مغازیؔ۔" (تاریخ تفسیر و مفسرین از پروفیسر غلام احمد حریری ص ۴۹ طبع فیصل آباد)

اور علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بہت سے واعظ موضوع احادیث سن لیتے ہیں اور پھر ان کو اسی طرح لوگوں کے سامنے روایت کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ سب جھوٹی روایات ہیں ...... آپ ان واعظوں کو ایسی ہی موضوع اور من گھڑت احادیث بیان کرتے ہوئے دیکھیں گے، بلکہ وہ ان میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کر دیتے ہیں تاکہ حدیث اچھی لگے ...... اس قسم کا غلط مواد تفاسیر میں بہت زیادہ ہے۔ الخ"

(تحفۃ الواعظین ترجمۃ القصاص والمذکرین لابن الجوزی ص ۱۳۴-۱۳۵ طبع کراچی)

اولاً سبائیوں اور مجوسیوں کی ہرزہ سرائیوں اور اسرائیلیات کو ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں جگہ دی۔ اگرچہ طبری نے روایات کو مع اسناد ذکر کرنے کا التزام کیا ہے، لیکن وہ اسناد کی جانچ پڑتال محدثین کے معروف و مسلّمہ اصول کے مطابق خود کر کے کسی طرح کا حکم نہیں لگاتے، بلکہ نقد و جرح کی تمام ذمہ داری قاری پر ڈال کر خود کو اس فریضہ سے سبکدوش تصور کرتے ہیں۔ بعد کے مفسرین و شارحینِ قرآن نے کم و بیش اُنہی روایات کو اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں محترم سائل جناب سید احمد قادری صاحب کے سوال، نیز احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے جذبے کے پیشِ نظر اس مذہبی داستان پر ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے، جسے جناب شعیب اللہ خان صاحب اور اُن سے بہت پہلے مختلف سیرت نگار، مؤرخین اور مفسرین اپنی اپنی تصانیف میں بیان کر چکے ہیں:

۱۔ "عَنْ سَعْدِ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ زَوَّجَنِيْ فِي الْجَنَّةِ مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ وَامْرَأَةَ فِرْعَوْنَ وَأُخْتَ مُوْسٰى" (رواہ الطبرانی فی الکبیر و اوردہ السیوطی فی الجامع)

"حضرت سعد بن جنادہؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت میں حضرت مریم بنت عمران، فرعون کی عورت، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو میری بیوی بنایا ہے۔"

اس روایت کے متعلق حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

"فِيْهِ مَنْ لَمْ أَعْرِفْهُمْ" یعنی "اس کی اسناد میں ایسے (مجہول رواۃ) شامل ہیں جن کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہیں جانتا۔" (مجمع الزوائد و منبع الفوائد للہیثمی ج ۹ ص ۲۱۸)

علامہ مناویؒ اور محدث شہیر محمد ناصر الدین الالبانی نے بھی اس روایت کے متعلق علامہ ہیثمیؒ کی علت کو ہی بیان کیا ہے۔ (دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۲ ص ۲۲۰)

۲۔ "عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِعَائِشَۃَ اَشَعَرْتِ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ زَوَّجَنِیْ فِی الْجَنَّۃِ مَرْیَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ وَکُلْثُمَ اُخْتَ مُوْسٰی وَامْرَأَۃَ فِرْعَوْنَ" (رواہ الطبرانی)

"حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرماتے ہوئے سنا: "میں تمہیں اس بات کی خبر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں مریم بنت عمران، حضرت موسیٰؑ کی بہن کلثم اور فرعون کی عورت کو میری بیوی بنایا ہے۔"

اس روایت کے متعلق علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ: "اس کی اسناد میں خالد بن یوسف السمتی موجود ہے، جو کہ ضعیف ہے۔" (مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۹ ص ۲۱۸) خالد بن یوسف بن خالد السمتی کے متعلق علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: "وہ خود ضعیف ہے اور اس کا باپ توہالک ہے۔"

(میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۱ ص ۶۴۷)

۳۔ "عَنْ اَبِیْ رَوَّادٍ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی خَدِیْجَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فِیْ مَرَضِہَا الَّذِیْ تُوُفِّیَتْ فِیْہِ فَقَالَ لَہَا...... اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ زَوَّجَنِیْ مَعَکِ فِی الْجَنَّۃِ مَرْیَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ وَامْرَأَۃَ فِرْعَوْنَ وَکُلْثُمَ اُخْتَ مُوْسٰی..... الخ"

"ابو رواد سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس اُس علالت میں تشریف لائے، جس میں کہ انہوںؓ نے وفات پائی، اور اُنؓ سے فرمایا...... کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے ساتھ مریم بنت عمران، فرعون کی عورت اور حضرت موسیٰؑ کی بہن کلثم کو میری زوجہ بنایا ہے؟ ... الخ۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روایت کے متعلق علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ "یہ منقطع الاسناد ہے اور اس میں ایک راوی محمد بن الحسن بن زبالہ ہے، جو کہ ضعیف ہے۔" (مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۹ ص ۲۱۸)

محمد بن الحسن بن زبالہ کے متعلق دوسرے کبار ائمہ جرح والتعدیل میں سے امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ "متروک الحدیث ہے۔" امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ "اس کے پاس مناکیر ہیں۔" امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ "کذاب ہے۔" یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ "ثقہ نہیں ہے۔" ازدیؒ فرماتے ہیں کہ "متروک ہے۔" ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ "واہی الحدیث ہے۔" دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ "منکر الحدیث ہے۔" ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ "اس کی تکذیب کی گئی ہے۔" تفصیلی ترجمہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: تاریخ یحییٰ بن معینؒ ج ۳ ص ۱۸۰، ۲۲۷، تاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۱ ص ۶۷، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ ترجمہ ۳۱۴، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ترجمہ ۱۶۰۹، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ ج ۲ ص ۲۲۷، مجروحین لابن حبانؒ ج ۲ ص ۲۷۴، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج ۶ ترجمہ ۲۱۸۰، ضعفاء والمتروکین للدارقطنیؒ ترجمہ ۴۷۲، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۳ ص ۵۱۴، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۹ ص ۱۱۷، تقریب التہذیب لابن حجرؒ ج ۲ ص ۱۵۴ و تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراق الکنانیؒ ج ۱ ص ۱۰۳)

۴۔ "عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَائِشَۃُ! اَمَا تَعْلَمِیْنَ اَنَّ اللّٰہَ زَوَّجَنِیْ فِی الْجَنَّۃِ مَرْیَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ وَکَلْثَمَ اُخْتَ مُوْسٰی وَامْرَأَۃَ فِرْعَوْنَ"

(رواہ ابوالشیخ فی تاریخہ)

"حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے عائشہؓ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں مریم بنت عمران، حضرت موسیٰؑ کی بہن کلثمؑ اور فرعون کی عورت کو میری زوجہ بنایا ہے۔"

اس حدیث کو ابوالشیخؒ نے اپنی "تاریخ" کے صفحہ ۲۸۸ پر بطریق "ابی الربیع السمتی ثنا عبدالنور بن عبداللہ بن سنان عن یونس بن شعیب عن ابی امامۃؓ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ عقیلیؒ نے اسے "الضعفاء الکبیر" میں بطریق "ابراہیم بن عرعرہ حدثنا عبدالنور بہ" روایت کیا ہے، اور اس پر یہ حکم لگایا ہے کہ "یونس بن شعیب کی حدیث غیر محفوظ ہوتی ہے۔" امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ "وہ منکر الحدیث ہے۔" ابن عدیؒ نے بھی اس روایت کا ذکر اپنی "کامل الضعفاء" میں کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ابنِ عدیؒ فرماتے ہیں کہ "یہ وہ حدیث ہے، جس پر امام بخاریؒ نے منکر ہونے کا حکم لگایا ہے۔" محدثِ عصر علامہ محمد ناصر الدین الالبانی نے بھی اس حدیث کو "منکر" قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"یونس بن شعیب سے روایت کرنے والا راوی (عبد النور بن عبد اللہ ابن سنان) بھی یونس بن شعیب کی طرح ہی، یا اس سے بھی زیادہ فتنہ پرور ہے۔ لہٰذا علامہ ذہبیؒ نے اس کو "کذاب" کہا ہے اور وضع حدیث کے لیے متہم بھی گردانا ہے۔"

(الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ترجمہ ۴۶۹، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۲ ص ۶۸۱، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۲ ص ۲۲۰، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ واللسان المیزان لابن حجرؒ)

کبار ائمہ جرح والتعدیل اور محدثین نے کسی راوی کی ثقاہت و عدالت جانچنے کے لیے انہی شرائط کو مقرر کیا ہے جو شریعت نے شاہد کے لیے بیان کی ہیں۔ جب گواہ ہی ساقط الاعتبار اور ناقابلِ قبول ہوگا تو کیوں کر اس کے بیان کردہ واقعہ کو صحیح تسلیم کیا جائے گا؟ موضوعِ زیرِ بحث کی جملہ روایات اور ان کے رُواۃ کے تفصیلی کوائف اوپر بیان ہو چکے۔ اب ایسی صورتِ حال میں تاریخ و سیر اور تفسیری روایات یا ان کے حوالہ سے کسی حدیث کے متعلق کوئی فیصلہ دینا ایسی ہی حیثیت رکھتا ہے جیسے کہ کسی کذاب زمانہ کو کسی سچے انسان کے خلاف مقدمہ میں فیصلہ دینے کے لیے جج متعین کیا جائے۔ پس ثابت ہوا کہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت مریم ؑ سے نکاح ہونے والا قصہ قطعی بے بنیاد، من گھڑت اور حد درجہ ناقابلِ اعتماد ہے۔ واضح رہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق یہ کوئی اکیلا اور نرالا واقعہ نہیں ہے، بلکہ ایسے بے شمار بے بنیاد، بلکہ بعض اوقات انتہائی حیرت انگیز واقعات بھی ذخیرہ کتب میں بہ آسانی مل جائیں گے۔ سیرت کے مرتب کنندگان کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ اس میں صحیح، مرفوع، حسن، مرسل، شاذ، غریب، ضعیف، منکر اور موضوع ہر قسم کی روایات بلا کسی امتیاز کے بیان کر دی جاتی ہیں۔ جیسا کہ حافظ عراقیؒ نے اپنے اس شعر میں فرمایا ہے:

؎ وَلْيَعْلَمِ الطَّالِبُ اَنَّ السِّيَرَا ... تَجْمَعُ مَا قَدْ صَحَّ وَمَا قَدْ اُنْكِرَ

"طالب علم کو جان لینا چاہیئے کہ سیرت کی کتابوں میں صحیح اور منکر ہر قسم کی روایات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمع کی جاتی ہیں۔"

جن باتوں سے کسی حدیث کے موضوع ہونے کا پتہ چلتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صحیح شہادتوں سے اس کا بطلان واضح ہو جائے۔ اس سلسلہ میں بعض صحیح احادیث میں جو کچھ مروی ہے وہ حسب ذیل ہے:

۱۔ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَاتُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ بَعْدَ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ فَاطِمَةُ وَخَدِيْجَةُ ثُمَّ آسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ۔" (رواہ الطبرانی)

"حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت مریم بنت عمران کے بعد جنتی عورتوں کی سیدات حضرت فاطمہؓ اور حضرت خدیجہؓ پھر فرعون کی عورت آسیہ بنت مزاحم ہیں۔"

اس حدیث کو طبرانیؒ نے "الاوسط" اور "الکبیر" میں روایت کیا ہے، لیکن "الکبیر" میں آسیہ بنت مزاحم کا تذکرہ نہیں ہے۔ علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ "الکبیر کے رجال صحیح ہیں بجز محمد بن مروان الذہلی کے، لیکن ابن حبانؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔"

(مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۹ ص ۲۰۱)

محمد بن مروان الذہلی ابو جعفر الکوفی کے متعلق علامہ ہیثمیؒ کو سہو ہوا ہے۔ ابن حبانؒ نے ابن مروان کا ذکر اپنی ثقات میں کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی طبقہ سابعہ کے اس راوی کو "مقبول" قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب لابن حجرؒ ج ۲ ص ۲۰۶ و میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۴ ص ۳۳ و ترتیب الثقات ج ۲ ق ۴۰ والکشف الحثیث للحلبیؒ ص ۴۰۵)

۲۔ "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ ابْنَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ ابْنَةُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ"

(رواہ احمد و ابو یعلیٰ و الطبرانی)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنتی عورتوں میں سب سے زیادہ افضل حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ، حضرت فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مریم بنت عمران اور فرعون کی عورت آسیہ بنت مزاحم ہیں۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمدؒ، ابویعلیٰؒ اور طبرانیؒ کی اس روایت کے متعلق علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ "ان سب کے رجال صحیح ہیں" (مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۹ ص ۲۲۳)

۲۔ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدَاتُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ ثُمَّ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ خَدِیْجَۃُ ثُمَّ اٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ۔"

(رواہ الطبرانی)

"حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنتی عورتوں کی سیدات مریم بنت عمران پھر فاطمہؓ بنت محمدؐ پھر خدیجہؓ پھر فرعون کی عورت آسیہ ہیں۔"

اس روایت کے متعلق علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ "اس کی اسناد میں محمد بن الحسن ابن زبالہ ہے، جو متروک ہے۔" (مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۹ ص ۲۲۳) — محمد بن الحسن ابن زبالہ کا تفصیلی ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے!

مندرجہ بالا روایات میں سے اگرچہ بعض میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن کئی صحیح احادیث کی موجودگی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ان خواتین کی فضیلت و مرتبہ کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بات کتاب و سنت سے مطابقت بھی رکھتی ہے۔ تعجب اس شخص یا ان اشخاص کی جسارت پر نہیں کرنا چاہیئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے قطعئے بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کے رسولؐ پر یہ یا اس جیسے بے شمار افتراء کیے ہیں، بخلاف ازیں حیرت و استعجاب کا مورد وہ شخص ہے جو کتب تفسیر میں ایسی لغو اور وضع کردہ روایات کو جگہ دیتا ہے اور ان کا حقیقی مقام و مرتبہ بھی واضح نہیں کرتا۔ زنادقہ، منافقین اور اہل کتاب کی وضع کردہ روایات میں سے بے شمار ایسی مضحکہ خیز اور حیران کن ہیں کہ جن کو دیکھنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ دشمنان اسلام نے انہیں انبیاء عظامؑ اور صحابہ کرامؓ کی تذلیل و تحقیر کے لیے بالقصد وضع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اپنے دین کا صحیح فہم و شعور عطا فرمائے اور دشمنان اسلام کی چیرہ دستی اور ہرزہ سرائیوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین!

مضمون زیر بحث کے اختتام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سوال و جواب میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود بعض دوسری غلطیاں بھی واضح کر دی جائیں۔ مثلاً مسئولہ عبارت میں (خط کشیدہ) "حضرت مریم علیہ السلام" لکھا گیا ہے حالانکہ عربی قواعد کے مطابق "علیہ السلام" کی جگہ "علیہا السلام" ہونا چاہیئے تھا، اسی طرح "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ" میں "رضی اللہ عنہ" کے "ہ" کی ضمیر بصیغۂ مذکر کے بجائے تانیث کے صیغہ (ھا) کے ساتھ یعنی "رضی اللہ عنہا" لکھا جانا چاہیئے تھا۔ واضح رہے کہ عربی قواعد کی یہ دوسری غلطی جناب شعیب اللہ صاحب نے اپنے جواب میں فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ جواب میں ایک تاریخی غلطی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام "حکیمہ یا کلیمہ" لکھا گیا ہے، حالانکہ جو احادیث اوپر بیان کی جا چکی ہیں ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام "کلثم" مذکور ہے۔

هٰذَا مَا عِنْدِي وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ!

شعر و ادب

اسرار احمد سہاوری

نعت

ان کا دامن پھول چن چن کر سجاتی رہ گئی
زندگی کی ہر ادا دل کو لبھاتی رہ گئی

ان کی آمد باعثِ تزئینِ صد گلشن ہوئی
ہر کلی فرطِ حیا سے منہ چھپاتی رہ گئی

اک جھلک دیکھی تھی حسن جانفزا کی دور سے
چشمِ نرگس فرطِ حیرت سے نجاتی رہ گئی

غنچہ و گل ہر قدم دامن کشی کرتے رہے
بلبلِ رنگیں نوا نغمے سناتی رہ گئی

آبشاروں نے بکھیرے نغمہائے دلفروز
موجِ دریا رقص کرتی گنگناتی رہ گئی

بے نیازانہ وہ گزرے اس ہجومِ شوق سے
حسن کی ہر اک ادا ان کو بلاتی رہ گئی

جلوۂ حسنِ ازل بھی ناز پرور بن گیا
بے نیازی کی ادا دامن بچاتی رہ گئی

ان کی یادوں نے دیا تھا جذبِ دل کو اک ثبات
ترکِ الفت سے جنوں کی بے ثباتی رہ گئی

ہم نے ہی اسرار آنکھیں پھیر لیں دیوانہ وار
زندگی ہر ہر قدم پر مسکراتی رہ گئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقالات

تالیف: فضیلۃ الشیخ عبداللہ الخضری حفظہ اللہ تعالیٰ ترجمہ: مولانا سعید مجتبیٰ السعیدی

(ساتویں قسط)

آدابِ دُعاء

دعا میں پسندیدہ امور

۱۔ مسلمان بھائی کے لیے دُعاء کرنا اور اپنے لیے نہ کرنا:

یہ شرعاً جائز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے — حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعاء کی تھی:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ اَبِیْ عَامِرٍ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قَیْسٍ ذَنْبَہٗ۔"

(صحیح بخاری ۱۱/۳۵)

"یا اللہ، ابوعامر عبید کی مغفرت فرما! یا اللہ، عبداللہ بن قیس کی خطائیں بخش دے!"

اسی طرح آپؐ کا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعاء کرنا بھی آیا ہے:

"عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَسٌ خَادِمُكَ، قَالَ: اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِكْ لَہٗ فِیْمَا اَعْطَیْتَہٗ" [۱]

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، "اللہ کے رسولؐ، انسؓ آپ کا خادم ہے"۔ تو آپؐ نے دُعاء فرمائی: "یا اللہ، اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور اسے دی ہوئی نعمتوں میں برکت عطا فرما!"

[۱] صحیح بخاری ۱۱/۱۳۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- بوقتِ ضرورت موت کی دُعاء کرنا :

"عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا لِلْمَوْتِ فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ"
(صحیح بخاری ۱۱/۱۵۰)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی آدمی کسی دکھ یا پریشانی کے سبب موت کی دعاء نہ کرے۔ ہاں اگر ایسی دعاء کرنا ناگزیر ہو تو کہے" یا اللہ، جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ، جب موت میرے لیے بہتر ہو تو مجھے موت دے دے!"

۳- مشرکین کے لیے دعاء اور بد دُعاء کرنا :

مشرکین پر حجت پوری کر دینے اور ان کے شرک پر اصرار کے بعد بد دُعاء کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ مؤمنین کی یہ دُعاء قرآنِ کریم میں منقول ہے :

"رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" (یونس: ۸۸)
"اے رب، ان کے مال ہلاک کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے"

"وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلٍ"
(صحیح بخاری ۱۱/۱۹۳)

"حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعاء کی: "یا اللہ ان (قریش) پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی مانند سات سال قحط کے مسلط کر کے ہماری مدد فرما۔ اور تو ابو جہل سے خود نپٹ!"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگِ خندق کے موقع پر جب کفار کی جماعتیں متحد ہو کر لڑائی کے لیے آئیں، تو آپؐ نے ان پر بد دعا کی:

"عَنِ ابْنِ اَبِی اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاَحْزَابِ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ، اِھْزِمِ الْاَحْزَابَ، اِھْزِمْھُمْ وَ زَلْزِلْھُمْ" (صحیح بخاری ۱۹۲/۱)

"ابنِ ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی جماعتوں پر دعاء کی تو فرمایا: "اے اللہ، کتاب کے نازل کرنے والے، جلد محاسبہ کرنے والے۔ ان جماعتوں کو شکست دے اور ان میں لرزہ پیدا کر!"

اس کے علاوہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آپؐ نے مشرکین کے حق میں دعائیں بھی کیں:

"عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَدِمَ الطُّفَیْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ! یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ دَوْسًا قَدْ عَصَتْ وَ اَبَتْ فَادْعُ اللّٰہَ عَلَیْھَا فَظَنَّ النَّاسُ اَنَّہٗ یَدْعُوْ عَلَیْھِمْ فَقَالَ! اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَ اْتِ بِھِمْ" (صحیح بخاری ۱۹۴/۱)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، طفیلؓ بن عمرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی، "اللہ کے رسولؐ، قبیلہ دوس نے نافرمانی کی اور قبولِ حق سے انکار کیا ـــــ آپؐ ان پر بد دعاء فرمایئے!" لوگوں نے سمجھا کہ آپؐ بد دعاء کرنے لگے ہیں۔ لیکن آپؐ نے فرمایا: "یا اللہ، دوس قبیلہ کو ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ!"

۴۔ کسی نیک آدمی سے دعاء کرانا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے، ایک عورت نے آنحضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا: "صَلِّ عَلَيَّ وَعَلٰى زَوْجِيْ" "آپ مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوٰۃ (بمعنی رحمت، دعاء) بھیجیں" تو آپ نے فرمایا: "اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجے!" (ابو داؤد حدیث ۱۵۱۹)

یاد رہے، یہاں لفظ "صلوٰۃ" دعاء اور برکت کے معنوں میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے، وہ صرف آپ ہی کا خاصہ ہے۔

دعاء کے متفرق مسائل

۱۔ ہر نبی کی ایک مقبول دعاء ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نبی کی ایک دعا یقیناً مقبول ہوتی ہے، وہ جو چاہے دعاء کرے۔ میں آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کی خاطر اپنی دعاء کو محفوظ رکھتا ہوں۔"

(صحیح بخاری ۹۶/۱۱، مسند احمد ۲۸۱/۱)

حضرت ابوہریرہؓ ہی سے ایک اور روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نبی کی ایک دعا یقیناً مقبول ہوتی ہے۔ میں اپنی دعاء کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کی خاطر محفوظ رکھتا ہوں۔ اس شفاعت سے میری امت کے ہر اس فرد کو حصہ ملے گا جسے موت اس حال میں آئی ہو کہ وہ شرک نہ کرتا ہو۔"

(ترمذی ۱۰/۶۲)

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے ساتھ انتہائی رحمت اور شفقت ہے کہ آپ نے اپنی خصوصی دعاء کو سب سے زیادہ مشکل موقع کے لیے محفوظ کر لیا۔

اس مقبول دعاء کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ یہ دعاء لوگوں کی ہلاکت اور نجات کے بارہ میں عام ہے۔ لیکن خاص دعائیں ان میں سے بعض قبول ہو جاتی ہیں اور بعض قبول نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کیں۔ اللہ نے دو قبول کر لیں اور ایک کو روک لیا۔" (صحیح مسلم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اللہ تعالیٰ سے صبر کی دعاء کے وقت عافیت طلب کرنی چاہیئے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دُعاء کرتے ہوئے سُنا ـــــ وہ دعاء کر رہا تھا: "یا اللہ، میں تجھ سے مکمل نعمت طلب کرتا ہُوں،" آپؐ نے پوچھا، "مکمل نعمت سے تیری کیا مُراد ہے"؟ اُس نے کہا "میں نے یہ دُعاء اچھی سمجھ کر کی ہے۔" آپؐ نے فرمایا "جنّت میں دخول اور جہنّم سے رہائی یہ مکمل نعمت ہے!"

اِسی طرح آپؐ نے ایک آدمی کو سُنا، وُہ کہہ رہا تھا: "یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" ـــــ آپؐ نے فرمایا، "جو مانگنا چاہتا ہے مانگ، تیری دُعاء قبول ہو گی!"

اِسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سُنا، وہ اللہ تعالیٰ سے صبر مانگ رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا، "تُو نے تو ایک مصیبت مانگ لی ہے، اللہ سے عافیت اور پناہ مانگ!" (ترمذی ۵۱۲/۹)

اس سے معلوم ہُوا کہ صبر ایک امتحان اور آزمائش ہے۔ صبر مانگنے والا گویا اپنے لیے آزمائش کا سوال کرتا ہے۔ کیونکہ آزمائش اور مصیبت پر ہی صبر مترتب ہوتا ہے، اِس لیے آپؐ نے اُسے حکم دیا کہ اللہ سے عافیت اور پناہ طلب کر، تاکہ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائیں۔

ہاں مصیبت اور پریشانی یا آزمائش آجائے تو صبر کی دُعاء کرنا ممنوع نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

"رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ۔ الآیۃ!" (البقرۃ: ۲۵۰)

"اے پروردگار، ہمیں صبر کی توفیق عطا فرما!"

۳۔ کشادگی اور خوش حالی میں دُعا کرنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصیبت اور پریشانی کے وقت اُس کی دُعاء قبول فرمائیں، اُسے چاہیئے کہ کشادگی، خوشحالی اور فراخی میں بھی کثرت سے دُعائیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے۔"

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (سوار) تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "لڑکے، کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھا دوں جن سے تجھے اللہ تعالیٰ نفع پہنچائیں؟" میں نے کہا "ضرور یا رسولؐ اللہ!" تو آپؐ نے فرمایا:

"اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ تَعَرَّفْ اِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ " (مسند احمد ۱/۳۰۷)

"تُو اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائیں گے۔ تُو اللہ تعالیٰ (کے حدود) کا خیال رکھ، تُو اللہ کو (یعنی اُس کی رحمت اور فضل کو) اپنے سامنے پائے گا، تُو فراخی اور کشادگی میں اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کر، وہ تیری مشکل میں تجھے یاد رکھیں گے!"

لہٰذا مومن کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کو یاد رکھتا ہے، اسے کبھی نہیں بھولتا اور پریشانی کے وقت اسے زیادہ یاد کرتا ہے۔

۴۔ کافر اپنے رب کو صرف مُصیبت کے وقت یاد کرتا ہے:

قرآن مجید میں ہے:

"وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ " (یونس: ۱۲)

"انسان کا حال تو یہ ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے، بیٹھے، کھڑے ہر حال میں ہمیں پکارتا ہے۔ اور جب ہم اس کی مصیبت کو دور کر دیتے ہیں تو یوں ہو جاتا ہے، گویا اُس نے کبھی اپنے مشکل وقت میں ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔"

نیز فرمایا:

"قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۔" (الانعام: ۶۳-۶۴)

"(اے نبیؐ) آپ فرما دیجئے، بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون خلاصی دیتا ہے؟ جبکہ تم اسے عاجزی سے اور خفیہ طور پر پکارتے ہو (اور کہتے ہو کہ) اگر اللہ ہم کو اس (مصیبت) سے نجات بخشے تو ہم اس کے بہت شکرگزار ہوں گے۔ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی تم کو اس سے، اور ہر مصیبت سے بھی، نجات بخشتا ہے، پھر بھی تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو!"

نیز فرمایا:

"وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۔" (الزمر: ۸)

"اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کو پکارتا اور خلوصِ دل کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو پہلے جس کام کے لیے اس نے اسے (اللہ کو) پکارا تھا، اسے بھول جاتا ہے اور اللہ کے شریک بنانے لگتا ہے، تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے گمراہ کردے۔ (اے رسولؐ) آپ فرما دیجیے کہ (اے کافرِ نعمت) اپنی ناشکری کے باوجود تھوڑا سا فائدہ اٹھالے پھر تو تُو دوزخیوں میں ہوگا۔"

"وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَاۗءٍ عَرِيْضٍ ۔" (حٰم السجدۃ: ۵۱)

"جب اسے (انسان کو) کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے۔"

یہ کافر اور مشرک کا اپنے رب کے ساتھ رویہ اور سلوک ہوتا ہے کہ وہ صرف پریشانی اور مصیبت کے وقت رب کو پکارتا اور یاد کرتا ہے۔ جبکہ مومن کا حال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن تیمیہؒ کے لفظوں میں یوں ہوتا ہے کہ "ضرورت کے پورا ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنے رب کے حکم کے مطابق پورے اخلاص کے ساتھ اس کی واجب کردہ عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس سے اس کا شمار نیکوں میں ہوتا ہے۔ اور اگر واجبات و فرائض کے علاوہ نوافل بھی ادا کرے تو وہ مقربین میں سے ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اپنی ضرورت و حاجت کے پورا ہو جانے کے بعد واجبات کی ادائیگی میں غفلت کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہوتا ہے۔ یہ کبھی تو شرکِ اصغر کی صورت میں ہوتا ہے جس میں لوگوں کی اکثریت مبتلا ہے، یا پھر صفتِ الوہیت و ربوبیت میں گناہ ہوتا ہے"

(قاعدہ فی انواع الاستفتاح ص ۱۷)

مشرک کی پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ اس کی دُعا بھی قبول فرما لیتے ہیں۔ کیونکہ کم از کم اس وقت وہ مخلص ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ" (لقمان: ۳۲)

"اور جب سمندر میں موج ان لوگوں پر سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے، تو یہ اللہ کو، دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے، پکارتے ہیں پھر جب وہ (اللہ) انہیں بچا کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے بعض ہی انصاف پر قائم رہتے ہیں۔ چنانچہ ہماری آیات اور نشانیوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناشکرے ہوتے ہیں۔"

یا پھر انھیں ڈھیل دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان کی دعاء قبول فرما لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام حالات میں ان کی دُعاء کا حال قرآن مجید کے الفاظ میں یوں ہوتا ہے:

"وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ" (غافر: ۵۰)

کہ "کفار کی دعاء رائیگاں ہی جاتی ہے۔"

۵۔ مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کی دُعاء:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: "یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے، تو انھوں نے یہ دُعاء کی:

"لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ"

(الانبیاء: ۸۷)

"یا اللہ تیرے سوا کوئی پکار سننے والا نہیں۔ تو عیوب سے پاک اور منزہ ہے، بے شک میں خطاکاروں میں سے ہوں!"

(آپ نے فرمایا) "کوئی مسلمان پریشانی کے عالم میں یہ دُعاء پڑھے تو اللہ تعالٰے اُس کی دعاء قبول فرماتے ہیں۔" (ترمذی ۹ / ۴۸۰)

امام حاکمؒ کی ایک سند میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے کہا، "اللہ کے رسولؐ، یہ دعا صرف حضرت یونس علیہ السلام کے لیے خاص تھی یا مؤمنین کے لیے عام ہے؟" تو آپؐ نے جواباً فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ مبارک نہیں سُنا:

"وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ" (الانبیاء: ۸۸)

"ہم نے اُسے (یونس علیہ السلام کو) غم سے نجات دی، اسی طرح ہم مؤمنین کو بھی نجات دیتے ہیں۔"

(جاری ہے)

خلافت و جمہوریت

از قلم

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے!

ضخامت : ۲۸۸ صفحات

مجلد سنہری ڈائیدار ——— قیمت ۳۸ روپے

ناشر: ادارہ محدث ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

پروفیسر محمد دین قاسمی
گورنمنٹ ڈگری کالج فیصل آباد

(دوسری قسط)

مسئلہ قربانی

(قرآنِ کریم کی روشنی میں)

قربانی کا ثبوت، سورۃ کوثر کی دوسری آیت سے بھی ملتا ہے۔ پرویز صاحب اس کی تردید میں فرماتے ہیں:

"مروجہ قربانی کی تائید میں سورۃ الکوثر کی آیت ـــــ فصل لربک وانحر۔ بھی پیش کی جاتی ہے۔ اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے: "نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر"ـــــ "قربانی کر" ترجمہ کیا جاتا ہے وانحر کا۔

لغت کی رو سے نحر سینے کے اوپر کے حصے کو کہا جاتا ہے۔ صاحب تاج العروس نے مختلف تفاسیر کی سند سے وانحر کے متعدد معانی لکھے ہیں مثلاً (۱) نماز میں کھڑے ہو کر سینے کو باہر کی طرف نکالنا (۲) نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا (۳) نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا (۴) نماز میں نحر تک ہاتھ اٹھانا (۵) اپنے سینے کو قبلہ رخ کر کے کھڑے ہونا (۶) خواہشات کا قلع قمع کرنا۔

اونٹ کے ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے کھڑے، اس کے نحر (سینے کے اُوپر کے حصے) کے قریب، حلق کی رگ پر نیزہ مارتے ہیں، اس سے نحر البعیر کے معنیٰ آتے ہیں، اس نے اونٹ کو اس طرح ذبح کیا، لیکن لغت میں النحر اور النحریر کے معنیٰ ہیں، ماہر، عقلمند، تجربہ کار، ہر بات کو سمجھ کر اختیار کرنے والا، اور اس پر مضبوطی سے عمل کرنے والا، چنانچہ کہتے ہیں نحرت الشیئ علماً۔ میں علم کی رو سے اس معاملہ پر حاوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا۔" (تفسیر مطالب الفرقان ج ۳ صـ۲۴۸)

لغات القرآن میں یہ معانی بیان کرنے کے بعد، آیت کا معنیٰ و مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

"اس بیسے وَانحر (۱۰۸/۲) کے معنی ہوں گے، اس پروگرام کے متعلق تمام امور پر علم و عقل اور تجربہ و بصیرت سے پوری پوری طرح حاوی ہو کر ان پر نہایت مضبوطی سے عمل پیرا ہو۔" (لغات القرآن صـ۱۵۹۲)

پرویز صاحب شاید یہ سمجھتے تھے کہ کسی قرآنی لفظ کے عربی لغت میں سے دس پندرہ معانی سے، لاٹری کے ذریعے ایک معنیٰ کو چنتے ہوئے، اسے اپنے خود ساختہ جملوں میں استعمال کر ڈالنے سے قرآنی آیات کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

حالانکہ "وَانحر" کا معنیٰ ——— "علمی طور پر کسی معاملے پر حاوی ہو جانا" ——— صرف اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے جبکہ اس کا کوئی قرینہ پایا جاتا ہو۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ "نحرَ الاُمورَ علماً" ——— تو لفظ "علماً" کا قرینہ اس معنیٰ کا مؤید ہو گا کہ ——— "اس نے معاملات کو مضبوط طریقے سے کیا" ——— جو مثال پرویز صاحب نے دی ہے اس میں فی الواقعہ ایسا قرینہ موجود ہے جو یہ معنیٰ مراد لینے کے حق میں ہے۔ لیکن سورۃ الکوثر میں سرے سے ایسا قرینہ موجود ہی نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں یہ معنیٰ کسی طرح بھی مراد نہیں لیے جا سکتے۔ "نحر" کو مطلق رکھتے ہوئے اگر "نحرَ فلانٌ" کہا جائے تو ہر عرب اس سے یہی سمجھے گا کہ "فلاں نے (اونٹ کی) قربانی کی ہے۔" نہ یہ کہ وہ عقل و تجربہ اور بصیرت و مشاہدہ سے کسی معاملے میں حاوی ہو گیا ہے ——— بہرحال پرویز صاحب "مروجہ ترجمہ" کے بعد اپنا خود ساختہ "ماڈرن ترجمہ" پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

"یہ ہے ہماری بصیرت کی رو سے اس سورہ میں وَانحر کا مفہوم۔ اس سے مروجہ قربانی کی سند لینا بعید از کار سی بات ہے۔"

(مطالب الفرقان ج ۳ صـ۲۴۹)

لیکن ہم کہتے ہیں کہ پرویز صاحب، جنہوں نے قربانی کی مخالفت کے جوش میں دلبعد میں "وَانحَر" کے اس ترجمہ کو "بعید از کار" قرار دیا، اس سے قبل وہ خود بھی اس کا یہی "بعید از کار" ترجمہ کرتے رہے ہیں ——— ملاحظہ ہو:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (۱۰۸/۲)۔" لہٰذا اپنے رب کے لیے نماز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کرو اور قربانی کرو۔" (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۶۹)

قربانی اور پرویز صاحب کی شروطِ ثلاثہ :

قربانی کی بحث کو جاری رکھتے ہوئے پرویز صاحب لکھتے ہیں :

"اگر وَانْحَرْ سے مراد بالضرور "قربانی" لینا ہے تو قرآنِ کریم کی رو سے ان شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہوگا۔" (مطالب الفرقان ج ۳ ص ۲۴۹)

اس کے بعد پرویز صاحب نے تین شرطیں بیان کی ہیں۔ ہم ان میں سے ہر شرط کا جائزہ لے رہے ہیں۔

پہلی شرط :

پرویز صاحب کی پہلی شرط ان الفاظ میں مذکور ہے :

"ایک تو یہ کہ نحر صرف اونٹ ذبح کرنے کو کہتے ہیں، کسی اور جانور کے ذبح کرنے کو نہیں اس لیے قربانی صرف اونٹوں کی دی جائے گی۔" (ایضاً)

جائزہ :

ہاں! یہ درست ہے کہ نحر صرف اونٹ ذبح کرنے کو کہتے ہیں، لیکن ذبح اونٹ کا بطورِ خاص حکم دینے سے دوسرے جانوروں کو ذبح کرنے کی نفی کیسے ہوگئی؟ اگر آپ کسی مہمان سے یہ فرمائیں کہ ــــ "دودھ نوش فرمایئے" ــــ تو کیا اس پر دودھ کی تخصیص سے پانی اور چائے وغیرہ پینے کی نفی لازم آئے گی؟ اب اگر "نحر" میں اونٹ کی قربانی، دیگر جانوروں کی قربانیوں کے لیے عدمِ جواز کی دلیل ٹھہرتی ہے تو اسی بناء پر قرآن میں ممانعتِ خمر کے حکم کو، دیگر اشیاء کی عدمِ ممانعت کی دلیل ہونا چاہیے۔ لیکن خود پرویز صاحب، ممانعتِ خمر اور حرمتِ شراب کے حکم میں وہ اشیاء بھی داخل کرتے ہیں جن پر سرے سے "پینے کے فعل" کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ حرمتِ خمر کے حکم میں یہ مضحکہ خیز تشریحات بھی ملاحظہ فرمایئے :

"خمر وہ ہے جس سے انسان کی عقل و فکر، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلوب یا مضمحل ہو جائے، آپ سوچئے کہ اس میں کیا کیا باتیں نہیں آ جاتیں؟
سب سے پہلے تو "مذہب" ہے جس میں سوچنے سمجھنے کو گناہ اور ابلیس کی روش قرار دیا جاتا ہے۔" (مطالب الفرقان ج ۳ صـ ۳۲۱)

لیکن کسی نے "مفکرِ قرآن" سے یہ استفسار نہ کیا کہ "جناب! جب نحر کی قربانی میں اونٹ کے سوا کوئی اور قربانی شامل نہیں ہے، تو ممانعتِ شراب میں "مذہب پینے" کی ممانعت کیسے داخل ہو گئی؟" اور جس طرح آپ شراب پینے کی حرمت کے حکم میں "مذہب پینے" کی حرمت کو داخل کرتے ہیں اُسی طرح اگر کوئی شخص، اونٹ کی قربانی کو "نحر" کی بناء پر اور دیگر جانوروں کی قربانی کو "نُسک" کی بناء پر اختیار کرتا ہے تو وہ موردِ الزام کیوں ہو؟

مصلحتِ ذبحِ اونٹ:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سابقہ بحث کی روشنی میں اگر "نسک" سے مراد مطلق قربانی ہے، تو آخر سورۂ کوثر میں خاص طور پر "نحر" کے لفظ سے "اونٹ" کی قربانی کا ذکر کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب ہم اپنی طرف سے دینے کی بجائے خود پرویز صاحب ہی کی ایک تحریر سے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

"ہجرت کے بعد، جب رسول اللہ مدینہ تشریف لائے تو حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کی جماعت (انصار اور مہاجرین دونوں) غریب اور کمزور تھی اور مدینہ میں یہود کا بڑا زور تھا۔ ایسے حالات میں کمزور جماعتیں ہمیشہ طاقتور جماعتوں کے سہارے ڈھونڈتی ہیں اور اس کے لیے اپنے اصولوں تک کو قربان کر دیتی ہیں۔ یہودیوں کے ہاں اونٹ حرام تھا اور مسلمانوں کے ہاں حلال۔ وہ اونٹ کے ذبیحہ کو قابلِ اعتراض سمجھتے تھے۔ وہ مدینہ میں اپنی قوت کی بناء پر سمجھتے تھے کہ مسلمان ان سے دب کر رہیں گے اور اونٹ کو ذبح کرنے سے محتاط رہیں گے۔ قرآن کریم نے عین اس مقام پر حکم دیا کہ مدینہ میں "اونٹ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذبح کرو"[1] یعنی دین کے معاملہ میں یہودیوں سے مفاہمت کا خیال نہ کرو۔"
(لغات القرآن ص ۱۵۹۲)

یہ تھی وہ مصلحت، جس کے پیشِ نظر، قرآن نے "نحر" کا لفظ بول کر خاص طور پر "اونٹ کی قربانی" کا حکم دیا ہے، ورنہ "نسک" کے لفظ میں دیگر جانوروں کی قربانی کا حکم پہلے ہی شامل ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ مدینہ میں "اونٹ کی قربانی کرو" کے حکم کا اتباع محض اکا دکا افراد کرتے تو اس سے وہ مقصد ہرگز پورا نہ ہو سکتا تھا جس کے لیے یہ حکم دیا گیا تھا۔ مقصودِ پیشِ نظر کی روشنی میں یہی بات قرینِ قیاس تھی کہ اس حکم پر عمل اجتماعی طور پر، اجتماعی حیثیت میں ایک ہی وقت میں کیا جاتا تاکہ ایک طرف یہ عمل یہود کی مخالفت کے باعث ان سے مفاہمت کے ہر خیال کو اہلِ ایمان کے دل و دماغ سے نکال دیتا تو دوسری طرف ایک ہی وقت میں انجام پانے والا یہی اجتماعی عمل مسلمانوں کی شان و شوکت کا مظہر بھی قرار پاتا۔ اور اجتماعی قربانی کا ایک ہی وقت فطرتاً وہی ہو سکتا ہے جب حرم کے اندر حج کے موقع پر قربانیاں ہو رہی ہوں۔ اور یہی عملاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا بھی گیا۔ پس اس صورتحال میں قربانی صرف کعبہ ہی میں نہیں بلکہ خارج از کعبہ بھی ایک دینی شعار کی حیثیت سے مدینہ میں آغاز پذیر ہوئی، اور پھر جوں جوں اسلام کا دائرہ پھیلتا چلا گیا، قربانی بھی اسی نسبت سے بیرونِ حرم پھیلتی چلی گئی۔

دوسری شرط :

پرویز صاحب نے قربانی کے جواز کو جس دوسری شرط سے مشروط کیا ہے، وہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے :

"قرآنِ کریم نے ان جانوروں کے ذبح کرنے کا مقام، خانہ کعبہ کو قرار دیا

---

[1] "مفکرِ قرآن" صاحب کی اس ثنویت کو ملاحظہ فرمائیے کہ جب جی چاہا تو "وانحر" کا ترجمہ یہ کر دیا کہ — "اس پروگرام کے متعلق تمام امور پر علم و عقل اور تجربہ و بصیرت سے پوری طرح حاوی ہو کر ان پر نہایت مضبوطی سے عمل پیرا ہوا" —— (لغات القرآن ص ۱۵۹۲)۔ اور جب جی چاہا تو ترجمہ یہ فرما دیا کہ "اونٹ ذبح کرو" اور اس حکم کی مصلحت بھی واضح کر دی کہ ذبح اونٹ سے یہود کی مخالفت مقصود ہے تاکہ ان کے ساتھ مفاہمت کا خیال تک اہلِ ایمان کے دل میں نہ آنے پائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس لیے یہ قربانی حج کے مقام پر کی جائے گی ۔"

(تفسیر مطالب الفرقان ج ۳ صفحہ ۲۵)

جائزہ

ہدی، نسک اور نحر کا باہمی فرق :

انتہائی مقامِ افسوس ہے کہ پرویز صاحب، بزعمِ خویش، عمر بھر قرآن کے تحقیقی مطالعہ میں مستغرق رہنے کے بعد بھی یہ نہ جان پائے کہ قرآن نے کعبہ میں کی جانے والی قربانیوں اور خارج از کعبہ دیگر مقامات پر کی جانے والی قربانیوں میں فرق کیا ہے اول الذکر قربانیوں کے لیے قرآن "ہدی" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ خواہ یہ کسی جنایت کی پاداش کے طور پر ہو یا حج کے لازمی عمل کی حیثیت سے ہو۔ جبکہ ثانی الذکر قربانیوں کے لیے وہ "نسک" اور "نحر" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ البتہ "نسک" کے لفظ کا اطلاق خارج از حرم قربانیوں کے علاوہ اُس "خون" پر بھی کیا جاتا ہے جو کسی مجبوری کے باعث، سر منڈوا دینے پر بطورِ کفارہ کے واجب قرار پائے۔ اگر کوئی قربانی، مرض یا تکلیفِ راس کے باعث مجبوراً سر منڈوا دینے کے باعث لازم قرار نہیں پائی تو اس کا مقام خارج از کعبہ ہے جبکہ "ہدی" خاص طور پر اس قربانی کو کہا گیا ہے، جس کا مقام و محل بیت العتیق ہے۔ قرآنِ پاک کی درج ذیل آیات اس پر شاہد ہیں :

۱ - "فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ" (البقرۃ : ۱۹۶)

"اور اگر تم گھر جاؤ تو جو "ہدی" (حرم میں کی جانے والی قربانی) میسر آئے، اسے اللہ کے حضور پیش کر دو اور سر نہ منڈواؤ یہاں تک کہ "ہدی" اپنے ٹھکانے پہنچ جائے۔"

۲ - "هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ" (الفتح : ۲۵)

"وہی لوگ تو ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجدِ حرام سے روکا اور "ہدی" کے جانوروں کو قربانی کی جگہ نہ پہنچنے دیا۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳ "هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ" (المائدۃ: ۹۵)

یہ "قربانی کعبہ میں پہنچنے والی ہو"

ان آیات میں اس امر کی تصریح ہے کہ "ہدی" سے مراد وہ "قربانیاں" ہیں، جن کا مقام و محل حرمِ کعبہ ہے۔ ان آیات کے علاوہ یہ لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے "حرم کی قربانیوں" ہی کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

الغرض قرآن کریم نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ "ہدی" کا اطلاق صرف ان قربانیوں پر ہوتا ہے جو حدودِ حرم میں کی جائیں۔ اور "نسک" و "نحر" مطلق قربانی کو کہتے ہیں۔ "نسک" کے کعبہ میں کئے جانے کی صورت صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ یہ قربانی اس رعایت کے شکریئے کے نتیجہ میں واجب ہو جبکہ حالتِ مرض یا تکلیفِ رأس کے باعث وہ سر نہ منڈوانے کی پابندی پر قائم نہ رہ پائے (یہ بہر حال ایسی مجبوری ہے جو اس کے ارادہ و اختیار سے اس پر وارد نہیں ہوتی)

اب جبکہ قرآنِ کریم، درونِ حرم اور بیرونِ حرم کی جانے والی قربانیوں میں واضح فرق و امتیاز قائم کرتا ہے، تو کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان فروق و امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر یہ حکم جاری کرے کہ ——— ہدی کی قربانی ہو یا نسک و نحر کی قربانی، ہر ایک کا مقام کعبہ ہی ہے ——— صرف قرآن ہی نہیں بلکہ لغاتِ عرب بھی ان دونوں قسم کی قربانیوں میں فرق و امتیاز کرتے ہوئے، صرف "ہدی" کو مقامِ حرم سے وابستہ کرتی ہیں۔ خود پرویز صاحب لکھتے ہیں:

"هَدْيٌ اور هَدِيٌّ اس جانور کو کہتے تھے جو حج کے موقع پر بیت اللہ پر ذبح کرنے کے لیے لے جاتے تھے۔"

(لغات القرآن ص ۱۷۵۶)

اور یہ فرق اتنا واضح فرق ہے کہ عرفِ عام میں بھی اس کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "لِلّٰهِ عَلَيَّ الْهَدْيُ" (مجھ پر اللہ کے لیے "ہدی" لازم ہے) تو ہر شخص یہی سمجھے گا کہ قائل پر ایسی قربانی لازم ہے جو حرمِ کعبہ میں کی جائے گی، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ——— "لِلّٰهِ عَلَيَّ النَّسِيكَةُ" (مجھ پر خون لازم ہے) تو ہر شخص یہی سمجھے گا کہ جو خون یا قربانی قائل پر لازم ہے وہ جہاں چاہے کر دے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرم میں اس کا کرنا لازم اور واجب نہیں ہے۔ لہٰذا پرویز صاحب کا ہر قسم کی قربانی کے متعلق یہ شرط عائد کرنا کہ اسے حرمِ کعبہ ہی میں کیا جائے، نہ صرف یہ کہ خلافِ قرآن ہے بلکہ لغاتِ عربیہ کے بھی خلاف ہے۔

پرویز صاحب کے موقف کا باطل اور بے بنیاد ہونا اس امر سے بھی واضح ہے کہ اگر ہر قسم کی قربانی کا مقام و محل کعبہ ہی ہو تو مدینہ میں اہلِ ایمان کے لیے عین یہودیوں کے گڑھ میں "اونٹ ذبح کرو" کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ مدینہ میں یہودیوں کا زور تھا، اور مدینہ ہی میں اونٹ ذبح کرنے سے ان کی مخالفت لازم آتی تھی۔ مقامِ حرم میں تو ہر قسم کی قربانی عہدِ جاہلیت ہی سے ہوتی آئی تھی، اس لیے مسلمان اگر "وانحر" کی اطاعت مدینہ میں نہیں کرتے تھے اور صرف حدودِ حرم میں ہی کرتے تھے تو ایسی مخالفت قطعی بے فائدہ اور بے اثر ہے۔ آپ خود سوچیے کہ ہندوؤں کے ہاں گائے کی قربانی ممنوع ہے، جبکہ مسلمانوں کے ہاں حلال و جائز ہے، اب اگر مسلمان ہنود کی مخالفت میں گائے کی قربانی بھارت میں کرنے کی بجائے بیرونِ ہند کرتے پھریں تو اس سے کیا فرق پڑے گا؟

(جاری ہے)

ردِّ تقلید اور حدیث کے حجتِ شرعیہ ہونے پر

حجیّتِ حدیث

شیخ ناصر الدین البانی کی مایہ ناز کتاب

ضخامت	ترجمہ	قیمت
۸۸ صفحات	حافظ عبدالرشید اظہر	۹ روپے صرف

ناشر: ادارہ محمدیہ ۹۹ جے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

پروفیسر طیب شاہین لودھی

(تیسری قسط)

مسلک اہل حدیث کے بارے میں
چند غلط فہمیوں کا ازالہ

ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) ایک مایۂ ناز فقیہہ، وسیع الاطلاع محدث اور صحیح مسلم کے مشہور شارح ہیں۔ یہ صحیح مسلم کی شرح تمام مسلم ممالک میں متداول ہے۔ مسلم کی شرح میں وہ جہاں کہیں فقہائے اسلام کی آراء اور ان کے مذاہب کا ذکر کرتے ہیں، وہاں بسا اوقات فقہائے اہل حدیث کی آراء اور مذہب بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ ان کا ذکر ایک مستقل حیثیت سے کرتے ہیں۔ ویسے تو شرح مسلم میں ایسے بیسیوں مقامات ہیں، مگر ہم صرف چند مقامات یہاں پیش کرتے ہیں۔

اہل علم جانتے ہیں کہ احادیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہم سے تھوڑے تھوڑے لفظی اختلاف سے تشہد منقول ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کے پڑھ لینے کے جواز پر تمام اہل علم متفق ہیں۔ ہاں اس امر میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون سا تشہد افضل ہے؟ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے بعض اصحاب کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی تشہد افضل ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کا نقل کردہ تشہد امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اہل حدیث کے نزدیک افضل ہے۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

"وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَاَحْمَدُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَجُمْهُوْرُ الْفُقَهَاءِ وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ تَشَهُّدُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَفْضَلُ لِاَنَّهٗ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ اَشَدُّ صِحَّةً وَاِنْ كَانَ الْجَمِيْعُ صَحِيْحًا"[30]

[30] شرح مسلم للنووی جلد ۴ ص ۱۱۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما، جمہور فقہاء اور اہل حدیث کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا تشہد افضل ہے کیونکہ یہ تشہد محدثین کے نزدیک زیادہ صحیح روایات سے ثابت ہے، اگرچہ تمام صحیح ہیں۔"

مذکورہ بالا اقتباس سے ہمارے عزیز دوست پروفیسر ابوالکلام خواجہ کا یہ مغالطہ بھی دور ہو گیا ہوگا کہ شوافع ہی کو محدثین اور اہل حدیث کہا جاتا ہے، یا اہل حدیث امام شافعیؒ یا کسی اور امام کی تقلید کیا کرتے تھے! ـــــ اگرچہ منہاجِ فقہ میں وہ بہت حد تک امام احمد بن حنبلؒ اور پھر امام شافعیؒ سے موافقت رکھتے ہیں۔ تاہم یہ موافقت تقلید کی بنا پر نہیں، بلکہ دلیل پر مبنی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بہت سے مقامات پر امام شافعیؒ کی مخالفت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اب خواجہ صاحب ہی انصاف کریں، کیا مقلدین کا یہی طریقہ ہے؟ اپنے امام کے خلاف مسلک اختیار کرنے پر اسے اہلِ سنّت سے تو کیا، دائرہ اسلام سے بھی خارج نہیں کر دیا جاتا؟ کیا پاک و ہند کے اہلِ حدیث حضرات کے ساتھ یہی کچھ نہیں ہو رہا؟ ان کا کون سا عقیدہ ایسا ہے جو اہلِ سنّت اور سلف صالحین کے عقائد کے خلاف ہے؟ سوائے اس کے کہ وہ دیو بند کے "شیوخ الهند"، "شیوخ الاسلام" اور "پیرانِ طریقت" کے مقلد نہ تھے، ورنہ وہ بھی بڑے بڑے نام پاتے۔ اور اب ان کی "غیر مقلدیت" کی سزا یہ ہے کہ وہ "انگریزوں کے پروردہ" ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ! ـــــ یہ ہے دیوبند کی تحقیقات کی کل کائنات!

ـــــ ان طویل حوالوں پر ہم اپنے عزیز دوست سے معذرت خواہ ہیں۔ شاید وہ اپنی گوناگوں مصروفیات کی بناء پر مذکورہ بالا کتب کا مطالعہ نہ کر سکتے، اور اگر وہ مطالعہ کرتے تو ممکن ہے وہ مذکورہ اقتباسات کو دیکھے بغیر آگے گزر جاتے۔ کیونکہ اپنے نظریات کے خلاف کوئی چیز بہت مشکل سے پڑھی جاتی ہے۔ اس لیے غنیمت ہے کہ وہ کچھ اقتباسات اور ملاحظہ فرما لیں۔

امام نوویؒ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"وَاعْلَمْ اَنَّ التَّسْبِيْحَ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ سُنَّةٌ غَيْرُ وَاجِبٍ هٰذَا مَذْهَبُ مَالِكٍ وَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْجُمْهُوْرِ وَاَوْجَبَهُ اَحْمَدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَطَائِفَةٌ مِّنْ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ لِظَاهِرِ الْحَدِيْثِ فِي الْاَمْرِ بِهٖ" [۱]

"آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ رکوع وسجود میں تسبیحات واجب نہیں سنت ہیں ــــــ یہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے جبکہ امام احمد بن حنبلؒ اور ائمہ حدیث کی ایک جماعت، حدیث کے ظاہری الفاظ میں تسبیح پڑھنے کے حکم کی بناء پر، اسے واجب قرار دیتی ہے"

تشہدِ اوّل اور تشہدِ ثانی کے وجوب اور عدم وجوب پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ نووی رح فقہائے اہلِ حدیث کا مذہب امام شافعیؒ کے مذہب سے الگ اور مستقل مذہب کے طور پر بیان کرتے ہیں:

"فِيْهِ حُجَّةٌ لِاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَمَنْ وَافَقَهُ مِنْ فُقَهَاءِ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ اَنَّ التَّشَهُّدَ الْاَوَّلَ وَالْاَخِيْرَ وَاجِبَانِ وَقَالَ مَالِكٌ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالْاَكْثَرُوْنَ هُمَا سُنَّتَانِ لَيْسَا وَاجِبَيْنِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْاَوَّلُ سُنَّةٌ وَالثَّانِيْ وَاجِبٌ"۔ [۲]

"اس (حدیث) میں امام احمد بن حنبلؒ اور ان کی موافقت کرنے والے فقہائے اہلِ حدیث کے لیے دلیل ہے کہ تشہدِ اوّل اور تشہدِ ثانی دونوں واجب ہیں۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما اور فقہاء کی اکثریت کہتی ہے کہ دونوں تشہد سنت ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تشہدِ اوّل سنت ہے اور تشہدِ ثانی واجب!"

علامہ نوویؒ کی محولہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ فقہائے اہل حدیث، امام شافعیؒ کے مقلد نہیں، بلکہ وہ اپنی مستقل رائے رکھتے ہیں۔ اور اگر وہ امام شافعیؒ، امام احمدؒ یا کسی اور امام کی موافقت کرتے ہیں تو صرف دلیل کی بناء پر!۔ وہ بالکل یکسو ہو کر منہاجِ سنت پر گامزن ہیں۔ انہیں اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ فقہاء کی ایک بہت بڑی اکثریت اس

---

[۱] شرح مسلم للنووی جلد ۴ ص ۱۹۷

[۲] شرح مسلم للنووی جلد ۴ ص ۲۱۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ میں ان کی مخالف ہے۔ وہ صرف نص کی پیروی کرتے ہیں ——— امام الہند شاہ ولی اللہؒ نے "حجۃ اللہ البالغۃ" میں ان کی اس منہاج کو ان کی فقہ کی خصوصیت کے طور پر بیان کیا ہے اور تمام فقہاء نے ان کی آراء کو اپنی تصنیفات میں ایک مستقل منہجِ فکر کے طور پر بیان کیا ہے۔

شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۶ھ) اور شاگرد شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن قیم الجوزیہؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) سے کون واقف نہیں؟ انہوں نے اپنے زمانے میں مروجہ بدعات پر بھرپور اور مدلل تنقید کی اور مسلمانوں کو کتاب و سنت اور منہاج سلف پر چلنے کی دعوت دی۔ انہوں نے تقلیدِ جامد پر بھی بھرپور تنقید کرتے ہوئے مسلک اہلِ حدیث کو خوب واضح اور منقح کیا ——— اس مسلک پر مختلف اعتراضات کو رفع کیا، مقلد فقہاء کی مخالفتوں، دشنام طرازیوں، کفر کے فتووں، جسمانی ایذاؤں اور قید و بند کی صعوبتوں کی پرواہ کئے بغیر اجتہاد اور حریت پسندی کے پرچم کو بلند رکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابن حزمؒ سے لے کر ابن تیمیہؒ تک تقلیدِ جامد کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہے، اگر اسے جمع کر لیا جائے تو وہ ابنِ تیمیہؒ اور ان کے شاگردوں کی ان تحریروں کا عشرِ عشیر بھی نہیں، جو انہوں نے مقلد فقہاء، ان کی تقلید اور ان کے تقلیدی نظریات کے خلاف تخلیق کی ہیں۔ مگر بایں ہمہ علمائے دیوبند انہیں مقلد اور حنبلی کہنے پر بضد ہیں، اہلِ حدیث حضرات کو تحقیر کے طور پر "غیر مقلد" کے لقب سے نوازتے ہیں اور ان کو "اہل حدیث" کہنے سے عمداً گریز کرتے ہیں ——— فیا للعجب!

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے امامِ اہلِ سنت احمد بن حنبلؒ اور دیگر فقہائے اہلِ حدیث کی فقہی خصوصیات کو ایک مستقل تصنیف "القواعد النورانیۃ الفقھیۃ" میں خوب واضح کیا ہے۔ ہم اس کتاب کے چند اقتباسات قارئینِ کرام اور خواجہ صاحب کی نذر کرتے ہیں:

"اَمَّا الطَّھَارَۃُ وَالنَّجَاسَۃُ فَنَوْعَانِ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فِی اللِّبَاسِ وَنَحْوِہٖ ——— تَابِعَانِ لِلْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فِی الْاَطْعِمَۃِ وَالْاَشْرِبَۃِ۔
وَمَذْھَبُ اَھْلِ الْحَدِیْثِ فِیْ ھٰذَا الْاَصْلِ الْجَامِعِ الْعَظِیْمِ وَسَطٌ بَیْنَ مَذْھَبِ الْعِرَاقِیِّیْنَ وَالْحِجَازِیِّیْنَ" [۳۲]

[۳۲] القواعد النورانیۃ الفقھیۃ ص ۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"رہی طہارت ونجاست، تو یہ لباس وغیرہ میں حلال وحرام کی دو اقسام ہیں، جو مطعومات اور مشروبات میں حلال وحرام کی تابع ہیں۔ اس جامع اور عظیم اصول میں اہل حدیث فقہاء کا مذہب، عراقی فقہاء (حنفیہ) اور حجازی فقہاء (مالکیہ) کے بین بین ہے۔"

بسملہ کے آیتِ قرآنی اور ہر سورہ کا حصّہ ہونے کے بارے میں فقہائے مالکیہ، فقہائے شافعیہ، فقہائے حنفیہ اور فقہائے اہل حدیث کی آراء بیان کرنے کے بعد نماز کے اندر اس کی تلاوت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"وَكَذٰلِكَ الْأَمْرُ فِي تِلَاوَتِهَا فِي الصَّلٰوةِ: طَائِفَةٌ لَا تَقْرَءُهَا لَا سِرًّا وَّلَا جَهْرًا كَمَالِكٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَطَائِفَةٌ تَقْرَءُهَا جَهْرًا كَأَصْحَابِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَالشَّافِعِيِّ. وَالطَّائِفَةُ الثَّالِثَةُ الْمُتَوَسِّطَةُ: جَمَاهِيرُ فُقَهَاءِ الْحَدِيثِ مَعَ فُقَهَاءِ أَهْلِ الرَّأْيِ يَقْرَءُوْنَهَا سِرًّا كَمَا نُقِلَ عَنْ جَمَاهِيرِ الصَّحَابَةِ مَعَ أَنَّ أَحْمَدَ يَسْتَعْمِلُ مَا رُوِيَ عَنِ الصَّحَابَةِ فِي هٰذَا الْبَابِ فَيَسْتَحِبُّ الْجَهْرَ بِهَا لِمَصْلَحَةٍ رَاجِحَةٍ حَتّٰى أَنَّهُ نَصَّ عَلٰى أَنَّ مَنْ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ يَجْهَرُ بِهَا"[۲۴]

"اسی طرح نماز کے اندر اس کی تلاوت کا معاملہ ہے۔ فقہاء کا ایک گروہ، جیسے امام مالک اور امام اوزاعیؒ، سرّی یا جہری کسی طور پر بھی نماز کے اندر بسملہ نہیں پڑھتا اور فقہاء کی ایک جماعت، جیسے ابن جریج اور امام شافعیؒ کے اصحاب، (جہری) نماز میں بآوازِ بلند بسملہ پڑھتے ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا گروہ ہے، جو اکثر فقہائے اہل حدیث اور ان کے ساتھ ساتھ فقہائے اہلِ رائے (احناف) پر مشتمل ہے۔ یہ (تمام نمازوں میں) آہستہ آواز کے ساتھ بسملہ پڑھنے کا قائل ہے، جیسا کہ جماہیر

۲۴ھ القواعد النورانية الفقهية . ص۲۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہؓ سے منقول ہے۔ اس کے باوجود امام احمد بن حنبلؒ ان اقوال پر بھی عمل کرتے جو اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں۔ چنانچہ وہ کسی راجح مصلحت کے تحت بسملہ بآوازِ بلند پڑھنے کو بھی مستحب ٹھہراتے ہیں۔ ان سے یہاں تک منصوص ہے کہ جو کوئی مدینہ میں نماز پڑھے وہ نماز میں بلند آواز سے بسملہ پڑھے۔"

دُعائے قنوت کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"وَاَمَّا الْقُنُوْتُ فَالنَّاسُ فِیْہِ طَرَفَانِ وَوَسَطٌ۔ مِنْھُمْ مَنْ لَّا یَرَی الْقُنُوْتَ اِلَّا قَبْلَ الرُّکُوْعِ وَمِنْھُمْ مَنْ لَّا یَرَاہُ اِلَّا بَعْدَہٗ۔ وَاَمَّا فُقَھَآءُ اَھْلِ الْحَدِیْثِ کَاَحْمَدَ وَغَیْرِہٖ فَیُجَوِّزُوْنَ کِلَا الْاَمْرَیْنِ لِمَجِیْءِ السُّنَّۃِ الصَّحِیْحَۃِ بِھِمَا۔"[۳۵]

"رہا دعائے قنوت کا معاملہ، تو فقہاء اس بارے میں دو کناروں پر ہیں اور کچھ ان کے درمیان۔ ان میں کچھ فقہاء دعائے قنوت صرف رکوع سے پہلے پڑھنے کے قائل ہیں، کچھ فقہاء صرف رکوع کے بعد پڑھنے کے قائل ہیں۔ رہے فقہائے اہل حدیث، جیسے امام احمد بن حنبلؒ، تو وہ دونوں طریقوں کو جائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ دونوں کے بارے میں صحیح احادیث آئی ہیں۔"

ابن تیمیہؒ کے مذکورہ بالا طویل حوالوں سے جہاں اس حقیقت کی تفہیم ہوئی ہے کہ اہل حدیث، مقلدین کے دعووں کے علی الرغم دیگر مکاتبِ فقہ کی طرح ایک مستقل مکتبِ فقہ ہے، وہاں ان کا طریقِ استنباط بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کسی تقلید، تعصب یا ضد میں کوئی رائے اختیار نہیں کرتے، بلکہ نصوصِ صحیحہ کا اتباع کرتے ہیں، خواہ ان پر کسی کا عمل ہو یا نہ ہو۔

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ نے "اعلام الموقعین" میں نہایت مضبوط دلائل کے ساتھ تقلیدِ جامد کی تردید اور اس کی مذمت کی ہے اور فقہائے حدیث کے اصولوں پر

---

۳۵ القواعد النورانیۃ الفقہیۃ ص۸۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ـــــ فقہاء نے جن احادیث صحیحہ کو خلافِ قیاس قرار دے کر ترک کر دیا تھا، علامہ ابن قیمؒ نے ایک مستقل اور طویل باب میں ثابت کیا ہے کہ یہ احادیث نہ صرف یہ کہ "قیاسِ صحیح" کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ شریعت کے محاسن پر دلالت کرتی ہیں اور حکمت کا یہی تقاضا ہے۔ انہوں نے بہت تفصیل سے ان حیلوں کا ذکر کیا ہے جو مقلد فقہاء نے شریعتِ اسلامی کے احکام کو ساقط کرنے کے لیے وضع کر رکھے تھے اور ان کو ائمہ ابرار کی طرف منسوب کرتے تھے۔ نیز انہوں نے مقلد فقہاء (خصوصاً احناف) کی ان بوالعجبیوں کی طرف اشارات بھی کئے ہیں کہ وہ ایک حدیث کو ایک مقام پر ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں، جبکہ وہ ان کے امام کے مسلک کے خلاف ہوتی ہے۔ لیکن جب ضرورت ہوتی ہے تو کسی اور مسئلہ میں اسی حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کرتے دکھائی دیتے ہیں ـــــ اور یہ درحقیقت تقلید کا لازمی نتیجہ ہے!

چنانچہ خود ہمیں اس زمانے میں بھی اس قسم کی "تحقیقات" کا مشاہدہ ہوا ہے۔ حال ہی میں فوت ہونے والے ایک بریلوی عالم نے پچھلے دنوں عورت کی نصف دیت پر چلنے والی ایک بحث میں بیہقی وغیرہ کے حوالے سے ان احادیث سے بھرپور استدلال کیا، جنہیں حنفی فقہاء قرنوں پہلے ضعیف کہہ کر رد کر چکے، اور ان کو ضعیف اور ناقابلِ استدلال قرار دینے کے لیے انہوں نے سینکڑوں صفحات سیاہ کئے ہیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۲ھ) صحیح البخاری کی مشہور شرح "فتح الباری" میں فقہ الحدیث کے سلسلے میں بسا اوقات ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کے ساتھ ساتھ فقہاء اہلِ حدیث کے مستقل مذہب کا ذکر کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی امام کے مقلد نہ تھے، بلکہ وہ تو صرف نص کی پیروی کرتے تھے! چنانچہ میت کی طرف سے روزوں کی قضاء کے بارے میں حافظ ابنِ حجرؒ اہلِ علم کا مسلک بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وَقَدِ اخْتَلَفَ السَّلَفُ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ فَأَجَازَ الصِّيَامَ عَنِ الْمَيِّتِ أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ وَعَلَّقَ الشَّافِعِيُّ فِي الْقَدِيْمِ الْقَوْلَ بِهٖ عَلٰى صِحَّةِ الْحَدِيْثِ كَمَا نَقَلَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثورٍ وجماعةٍ من محدثي الشافعية قال البيهقي في الخلافيات هذه المسئلة ثابتة لا اعلم خلافا بين اهل الحديث في صحتها فوجب العمل بها ...... وقال الشافعي في الجديد ومالك وابوحنيفة لا يصام وقال الليث واحمد وابو عبيد لا يصام عنه الا النذر"[۳۶]

"اس مسئلہ میں سلف میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اصحاب الحدیث نے میت کی طرف سے روزوں کی قضاء کو جائز قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے قدیم قول میں اس رائے کو حدیث کے صحیح ثابت ہونے پر معلق قرار دیا ہے۔ جیسا کہ بیہقیؒ نے اسے "المعرفۃ" میں ذکر کیا ہے۔ یہ ابو ثورؒ اور محدثین شافعیہ میں سے ایک جماعت کا قول ہے۔ بیہقیؒ "الخلافیات" میں کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ثابت ہے اور اہلِ حدیث میں اس حدیث کی صحت کے بارے میں میرے علم میں کوئی اختلاف نہیں، لہٰذا اس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے ..... امام شافعیؒ اپنے قولِ جدید میں نیز امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے روزوں کی قضاء جائز نہیں۔ امام لیث بن سعدؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوعُبید قاسم بن سلامؒ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے نذر کے سوا کسی روزے کی قضا نہ کی جائے۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ "اصحاب الحدیث" اپنا الگ اور مستقل فقہی نقطۂ نظر رکھتے ہیں، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ سے گہرا انتساب رکھنے والے محدثین بھی بسا اوقات نصوصِ صحیحہ کے مقابلے میں امام شافعیؒ کے مسلک کو ترک کر دیتے ہیں۔ خواہ انہیں امام شافعیؒ کے قولِ قدیم ہی کا سہارا کیوں نہ لینا پڑے۔ نصوصِ صحیحہ کی مطابقت اختیار کرنے کے لیے انہوں نے یہ "سہارا" بہت کثرت سے استعمال کیا ہے۔ اس قسم کا اصول ہمیں فقہائے احناف اور ان کے شارحینِ حدیث بہت کم استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔ متقدمین میں سے امام طحاویؒ نے بہت کثرت سے تحقیق اور صحتِ حدیث کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترک کیا ہے۔ متاخرین میں علامہ زیلعیؒ، ملا علی القاریؒ،

۳۶ھ فتح الباری شرح صحیح البخاری للحافظ ابن حجرؒ جلد ۴ صہ ۱۹۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ سندھیؒ، شاہ ولی اللہؒ وغیرہم نمایاں ہیں ــــــ شاہ ولی اللہؒ نے تو تقلیدِ جامد پر سخت تنقید کی ہے!

اختلافات میں ترجیحِ احادیث کے سلسلے میں حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ حدیث کا وہی طریق بیان کیا ہے، جس کا ذکر ہم شاہ ولی اللہؒ کے حوالے سے کر چکے ہیں۔ کہ محدثین اختلافِ روایات کی صورت میں حدیث کی تصحیح میں توقف نہیں کرتے۔ سوائے اس کے کہ روایات سنداً مساوی ہوں، اور یہی اضطراب کا حکم لگانے کی شرط ہے۔[۳۷]

مہر کی کم سے کم مقدار کے تعین کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ، فقہاء کے اقوال بیان کرتے ہوئے فقہائے اہلِ حدیث کا الگ اور مستقل مذہب ذکر کرتے ہیں:

"وَاَجَازَهُ الْكَافَّةُ بِمَا تَرَاضَى عَلَيْهِ الزَّوْجَانِ اَوْ مَنِ الْعَقْدُ اِلَيْهِ بِمَا فِيْهِ مَنْفَعَةٌ كَالسَّوْطِ وَالنَّعْلِ اِنْ كَانَتْ قِيْمَتُهُ اَقَلَّ مِنْ دِرْهَمٍ وَبِهٖ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ. وَاَبُوالزِّنَادِ، وَرَبِيْعَةُ وَابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ وَغَيْرُهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ غَيْرَ مَالِكٍ وَمَنْ تَبِعَهٗ وَابْنُ جُرَيْجٍ وَمُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ وَغَيْرُهُمَا مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ وَالْاَوْزَاعِيُّ فِيْ اَهْلِ الشَّامِ وَاَبْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْعِرَاقِيِّيْنَ غَيْرَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمَنْ تَبِعَهٗ وَالشَّافِعِيُّ وَدَاوٗدُ وَفُقَهَآءُ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَابْنُ وَهْبٍ مِّنَ الْمَالِكِيَّةِ"۔[۳۸]

"تمام علماء نے ہر اس چیز کو مہر کے طور پر ادا کرنے کی اجازت دی ہے جس پر دونوں میاں بیوی راضی ہوں یا جس پر عقد ہو جائے اور جس سے کوئی منفعت حاصل کی جا سکتی ہو۔ جیسے کوڑا، جوتا وغیرہ، اگرچہ ان کی قیمت ایک درہم سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ یہ قول اہلِ مدینہ میں سے امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کے سوا یحییٰ بن سعیدؒ، ابو الزنادؒ، ربیعہؒ اور ابن ابی ذئبؒ وغیرہم

---

[۳۷] فتح الباری جلد ۵ صـ ۲۱۸

[۳۸] فتح الباری جلد ۹ صـ ۲۰۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ہے۔ اہلِ مکہ میں سے ابنِ جریجؒ اور مسلم بن خالدؒ وغیرہما کا یہی مسلک ہے، اہلِ شام میں سے اوزاعیؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ اہلِ مصر میں سے لیث بن سعدؒ کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے سوا اہلِ عراق میں سے سفیان ثوریؒ اور ابنِ ابی لیلیٰؒ وغیرہما نے یہی مذہب اختیار کیا ہے۔ امام شافعیؒ، امام داؤد ظاہریؒ اور فقہائے اہلِ حدیث کا یہی مذہب ہے۔"

صحیح بخاری کے مشہور حنفی شارح علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۵ھ) نے بھی بہت سے مقامات پر محدثین اور فقہائے حدیث کی آراء کا ذکر اس اسلوب سے کیا ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ فقہائے حدیث اپنی رشحاتِ فکر میں کسی کی تقلید نہ کرتے تھے۔ وہ خود اپنی آزاد رائے رکھتے تھے۔ علامہ عینیؒ نے ان کی آزاد آراء کو ائمہ اربعہؒ اور دیگر فقہاء کے ساتھ ایک مستقل دبستانِ فکر کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ اگر اہلِ حدیث محض حدیث پڑھنے پڑھانے والے اور مقلد فقہاء کو کہا گیا ہوتا، جیسا کہ ہمارے عزیز دوست پروفیسر ابوالکلام خواجہ کو اصرار ہے، تو ایسے مقلد محدثین کی آراء کی کیا حیثیت کہ ان کو فحول مجتہدین کی آراء کے ساتھ یا ان کے مقابلے میں ذکر کیا جائے؟ علامہ عینیؒ ازدیادِ ایمان اور اس میں کمی کے بارے میں امام بخاریؒ اور محدثین کے مسلک کو ایک الگ اور مستقل مکتبِ فکر کی حیثیت سے بیان کرتے ہوئے "عمدۃ القاری" میں رقمطراز ہیں:

"فَلَا شَكَّ أَنَّهُ يَزْدَادُ الْإِيمَانُ بِدَوَامِ الْعَبْدِ عَلَى أَعْمَالِ الدِّينِ وَيَنْقُصُ بِتَقْصِيرِهِ فِي الدَّوَامِ سِيَّمَا هٰذَا عَلَى مَذْهَبِ الْبُخَارِيِّ وَجَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُحَدِّثِينَ"[39]

"کوئی شک نہیں کہ اعمالِ دین پر بندے کے دوام سے ایمان بڑھتا ہے اور اس دوام میں اس کی کوتاہی کی بناء پر ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے۔ خاص طور پر امام بخاریؒ اور محدثینؒ کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔"

ایمان کے ضمن میں بحث کرتے ہوئے علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

---

[39] عمدۃ القاری للعینی جلد ۱ صفحہ ۲۵۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وَالْفِرْقَةُ الرَّابِعَةُ قَالُوْا: إِنَّ الْإِيْمَانَ فِعْلُ الْقَلْبِ وَاللِّسَانِ مَعَ سَائِرِ الْجَوَارِحِ وَهُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَقَالَ الْإِمَامُ وَهُوَ مَذْهَبُ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْخَوَارِجِ وَالزَّيْدِيَّةِ أَمَّا أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ فَلَهُمْ ثَلَاثَةُ أَقْوَالٍ.... الخ!"[51]

"اور چوتھا گروہ کہتا ہے کہ ایمان تمام جوارح کی معیت میں قلب ولسان کے افعال کا نام ہے۔ اور یہ گروہ اصحاب الحدیث، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام اوزاعیؒ پر مشتمل ہے۔ امام کہتے ہیں کہ یہ معتزلہ خوارج اور زیدیہ کا مذہب ہے۔ اور رہے اہل حدیث، تو ان کے تین اقوال ہیں....... الخ"

امام بخاریؒ اور امام ابن خزیمہؒ سے لے کر امام ابن تیمیہؒ تک، حافظ ابن قیمؒ سے علامہ محمد بن اسماعیلؒ اور علامہ شوکانیؒ تک اکثر فقہائے اہل حدیث کو امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے منسوب کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ان ائمہ کی تقلید کرتے تھے، جیسا کہ مقلدین سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ نہ تو ائمہ کے اقوال میں ان کی تقلید کرتے ہیں اور نہ ان کی دلیل میں ان کی تقلید کرتے ہیں۔ ہاں جب وہ ان ائمہ کے اقوال اور فتاویٰ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کو دوسروں سے زیادہ ان نصوص کے مطابق پاتے ہیں جو انہوں نے جمع کی ہوتی ہیں۔ پس وہ اس موافقت کی بناء پر اپنے آپ کو ان ائمہ کے اصحاب میں شمار کرتے ہیں! —— منہاجِ فقہ کی اس ہم آہنگی کو دیکھ کر مقلدین ان کو مقلد سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ وہ بہت سے مسائل میں ان ائمہ کی مخالفت کرتے ہیں جو اصحابِ علم پر مخفی نہیں۔ (جاری ہے)

[51] عمدة القاری للعینی جلد ۱ ص ۱۰۳

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل ممکن نہ ہوگی۔ شکریہ!
(مینیجر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Regd. No. L. 7895 Phones : 852897 - 63210

Monthly MOHADDIS Lahore-14

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

★ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں ——— لیکن تعصبات سے بالاتر افہام و تفہیمِ اُمّت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

★ علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی اِرتقا کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں ——— لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمّت کی تباہی کا سبب ہے۔

★ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے ——— لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا، حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

★ تبلیغ دین اور نشر و اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے ——— لیکن حرام و حلال کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی رُوح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

★ آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے ——— لیکن

ع جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

★ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے ——— لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو :

مُحدّث

کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزیّن پائیں گے ان شاء اللہ۔ کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

زر سالانہ ۳۰ روپیے — فی پرچہ ۳ روپے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ